ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

دسمبر ۲۰۱۵ء
12
صفر ۱۴۳۷ھ

مجلس احرار اسلام ـــ منشور اور لائحہ عمل

★ مجلس احرار اسلام ...... اس عظیم سچائی کے اعتماد پر حکومتِ الٰہیہ کی آواز بلند کرتی ہے جس کا مقصد معاشرۂ انسانی میں قانونِ ربانی کا تصور ہے۔ یعنی خالق کا نظام مخلوق کے لیے۔ مخلوق میں جب تک خالق کا نظام نہیں چلایا جائے گا دنیا میں امن نہ ہوگا

★ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہییں اور اس کے لیے عملی اقدام اٹھانا چاہییں۔ مجلس احرار اسلام کو ہر نیک کام میں حکومتِ پاکستان سے تعاون کرنا چاہیے اور خلافِ شرع کام سے اجتناب۔

★ مجلس احرار اسلام کا قیام و بقاء بہر حال ایک شرعی امر ہے۔ تبلیغِ اعتقادِ صحیحہ اور تنقیدِ رسوماتِ قبیحہ، اعلاء کلمۃ الحق، اعلان و بیانِ ختم نبوت واظہارِ فضائل صحابہ واہل بیت رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین مجلس کے فرائض میں سے ہیں۔ خصوصاً اِس دورِ لادینی میں جنس انسانی کی تمام مشکلات کے لیے شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کو ہی بطور حل پیش کرنا ہمارا وہ فریضہ ہے کہ اگر ہمیں دار و رسن تک بھی رسائی ہو جائے تو الحمد للّٰہ۔

★ پاکستان ہمارا ملک ہے اور ہمیں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے یہاں رہنا ہے۔ صحیح راستہ دکھانا اور غلط روی پر ٹوکنا ہے۔ گرد و پیش کے مسائل و حالات سے ہم چشم پوشی کر سکتے ہیں نہ لاتعلّق رہ سکتے ہیں۔ اس ملک کی تعمیر میں ہمارا خون پسینہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ سول نافرمانی کے ذریعے ہی اپنے حقوق حاصل کیے جائیں بلکہ نہایت پُر امن رہتے ہوئے اور بہت سے معقول ذرائع سے بھی یہ حقوق حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

★ مجلس احرار اسلام کو ملکی سیاست میں نئی حکمت عملی کے ساتھ ایک فعال کردار ادا کرنا ہے۔

سید الاحرار، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللّٰہ شاہ بخاری رحمۃ اللّٰہ علیہ

(ماخوذ، خطبات)

مجلسِ احرارِ اسلام عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے 86 سال

2015 — 1929

اُحرار ـــــ اسلام اور وطن کے خادم

مجلس احرارِ اسلام، دین اور دین والوں کی خادم جماعت ہے

ہم نے اس جماعت کی رفاقت کو شعوری طور پر قبول کیا ہے

احرار کا منشور اور نصب العین قرآن وسنت کے عین مطابق ہے

احرار، امت کے اِجماعی عقائد اور مسلک پر کاربند ہیں۔ علماء حق اور مشائخِ عظام نے احرار کے پروگرام کی ہمیشہ تائید وحمایت کی ہے

مجلس احرار اسلام نے اپنے قیام ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء سے لے کر آج تک ہر دینی وقومی تحریک میں اخلاص کے ساتھ بھرپور حصہ لیا اور عظیم الشان قربانیاں دیں۔ تحریکِ آزدی، تحریک مقدس تحفظِ ختم نبوت اور تحریکِ مدح صحابہ تاریخِ احرار کے زریں باب اور ماتھے کا جھومر ہیں۔

خدمتِ دین کے کئی شعبے اور کام کے بہت محاذ ہیں۔ دین کی دعوت، مسلمانوں کی صحیح رہنمائی، عقیدہ وایمان کا تحفظ اور خدمتِ خلق ہماری جدوجہد کے وسیع میدان ہیں

احرار عدم تشدد، پرامن ذرائع اور باہمی اُخوت واتحاد کے علم بردار ہیں۔ ملک کا مستقبل نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ نوجوان آگے بڑھیں اور مجلس احرار اسلام کی پرامن جدوجہد میں شامل ہو کر اسلام اور وطن کے لیے اپنا عظیم الشان کردار ادا کریں

پیغام

سینتیسویں سالانہ تحفظ ختم نبوت احرار کانفرنس چناب نگر

(۱۲ر ربیع الاول ۱۴۳۶ھ ـــ ۳ر جنوری ۲۰۱۵ء)

ابن امیر شریعت

قائد احرار **سید عطاء المہیمن بخاری** دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

بیاد سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت ملتان

جلد 26 شمارہ 12 صفر المظفر 1437ھ — دسمبر 2015ء
Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	لبرل پاکستان اور سود کو حلال کرنے کی خواہشات	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	تحریک انسداد سود کی جدوجہد	عبداللطیف خالد چیمہ	4
	کاروانِ احرار اور ربوہ		
مرکزی سرکلر:	ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے شرکاء اور کارکنوں کو ہدایات	عبداللطیف خالد چیمہ	6
تراجم:	مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مدیر	7
	حضرت حاجی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ		
	مولانا عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ / جناب اشتیاق احمد مرحوم		
افکار:	جہلم کی فیکٹری میں قادیانی سپروائزر نے قرآنی اوراق جلائے	مرزا عبدالقدوس	10
//	مذہبی رواداری	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی	13
//	اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو	اوریا مقبول جان	15
//	ملالہ......قوم کی بیٹی......مگر کس "قوم" کی؟	مرزا کاشف علی	18
//	رشتوں کی پہچان	ڈاکٹر مریم طارق	25
دین و دانش:	خطبۂ صدارت، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد عابد مدنی	27
//	مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ	33
//	ذکرِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم در خطبۂ جمعہ	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	35
ادبیات:	ترانۂ احرار	پروفیسر خالد شبیر احمد	39
//	امیرِ شریعت کی یاد میں	پروفیسر خالد شبیر احمد	40
//	وہ اک حسین خواب تھا، نظم بیاد سید محمد ذوالکفل بخاری رحمہ اللہ	حبیب الرحمٰن بٹالوی	41
شخصیات:	حضرت مولانا احمد سعید دہلوی قدس سرہ	قاری تنویر احمد قریشی	43
//	مولانا شمس الحق صدیقی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد الیاس فیصل	54
اشاریہ:	نقیب ختم نبوت (2015ء)	مرتب: محمد یوسف شاد	55

رابطہ
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان
مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
ابن امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
saboch.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7346095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— 200/- روپے
بیرون ملک ——— 4000/- روپے
فی شمارہ ——— 20/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
0278... یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

لبرل پاکستان اور سود کو حلال کرنے کی خواہشات

وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف نے گزشتہ ماہ ایک کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''قوم کا مستقبل جمہوری اور لبرل پاکستان سے وابستہ ہے''

اس سے پہلے وہ سہفما کے فورم پر گفتگو کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہہ چکے ہیں کہ:

''ہندو اور مسلمان ایک ہی خدا کو پوجتے ہیں۔ ان کی زبان، بود و باش، رہن سہن اور ثقافت ایک ہے۔ ایک لکیر ہے جو بھارت اور پاکستان کے درمیان کھینچ دی گئی ہے۔''

جناب وزیر اعظم نے چند جملوں میں پاکستان کا نظریاتی و جغرافیائی نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کا وژن اقبال اور قائد کے تصور کے یکسر منافی اور دو قومی نظریے کے متضاد ہے۔ ''لبرل پاکستان'' کا شوشہ دراصل عالمی طاغوت کا ایجنڈا ہے اور دیسی منہ کو ولایتی زبان میسر آ گئی ہے۔ یہ بات بانی پاکستان نے پہلے دن ہی طے کر دی تھی کہ ملک کا نظام اسلام ہوگا۔ اسی طرح ۷/ مارچ ۱۹۴۹ء کو شہید ملت لیاقت علی خان کی تحریک پر پہلی دستور ساز اسمبلی نے قراردادِ مقاصد منظور کی۔ آئین میں ریاست کا سرکاری مذہب، بنیاد اور مقاصد طے ہیں۔ ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے۔ قیام پاکستان کے ۶۸ برس بعد ''لبرل پاکستان'' کا تصور آئین کی روح کو ختم کرنے کی خلاف خوف ناک سازش ہے۔

ابھی وزیر اعظم کے بیان پر بحث و احتجاج جاری تھا کہ صدر مملکت بھی میدان میں آ گئے۔ انھوں نے ۲۵/ نومبر کو فیصل آباد میں صنعت کاروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''علماء کرام قرضے پر سود کی گنجائش پیدا کریں''

حیرت ہے کہ موصوف ایک حرام کام کو اختیار کرنے کے لیے علماء کا کندھا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس تکلیف کی چنداں ضرورت تھی نہ ہے۔ اس کارِ بد کی انجام دہی کے لیے ان کے گرد وپیش روشن خیالوں، ترقی پسندوں، لبرل فاشسٹوں اور سیکولر انتہا پسندوں کا ایک غول بیابانی موجود ہے۔

میاں نواز شریف صاحب واحد پاکستانی حکمران ہیں کہ جب ۱۹۹۱ء میں شریعت کورٹ نے سود کو حرام قرار دیا تو وہ سودی نظام کو بچانے کے لیے شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو اپنے اور اپنے آخری رسول کے خلاف جنگ قرار دیا ہے مگر ہمارے صدر اور وزیر اعظم اس جنگ کو لڑنے اور معاذ اللہ جیتنے کا عزم کیے بیٹھے ہیں۔ کیا وہ روزِ قیامت حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو سکیں گے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے انھیں پہچاننے سے انکار کر دیا تو کہاں ٹھکانہ ہوگا؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''سود کھانے والے کھلانے والے، اسے لکھنے والے اور اس معاملہ پر گواہ بننے والوں پر لعنت کی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں'' (مسلم)

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ سود اپنی تمام شکلوں میں حرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ سود بہت ہو جائے گا مگر اس کا انجام کمی کی طرف ہوگا (مشکوٰۃ)

خاتم النبیین سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان برحق اور سورج سے زیادہ روشن ہے۔

پاکستان غیر ملکی قرضوں میں اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ آئندہ تین نسلیں مقروض پیدا ہوں گی۔ حکومت اگر قرضوں پر سود کی ایک قسط ادا کرے تو خزانہ خالی ہو جائے گا۔ حکمران قرضوں پر قرضے لے رہے ہیں اور سود بڑھتا جا رہا ہے۔

گزشتہ دنوں چیف جسٹس جناب انور ظہیر جمالی نے اپنے ریمارکس میں کہا کہ:

''ملک قرضوں پر چلایا جا رہا ہے، کیا ہمیشہ بھیک مانگ کر ہی گزارہ کیا جائے گا''

جناب چیف جسٹس سے درخواست ہے کہ وہ لبرل پاکستان اور سود کی گنجائش کے بیانات کا از خود نوٹس لیں اور وضاحت طلب کریں۔

پاکستان اسلام اور کلمے کے نام پر بنا، اس کی بقا و سلامتی بھی اسلامی نظام کے نفاذ سے وابستہ ہے۔ اللہ کو راضی کیے بغیر ملک ترقی کر سکتا ہے نہ قوم فلاح پا سکتی ہے۔ اسلام ہی پاکستان بنیاد، شناخت اور پہچان ہے، لبرل ازم یا سیکولرازم نہیں۔ ملک کی نظریاتی اساس کو تبدیل کرنا تباہی اور ہلاکت ہے۔ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت قوم کی ذمے داری اور جغرافیائی سرحدوں کی محافظ فوج ہے۔ مسلح جہاد مسلح افواج کا فریضہ ہے اور پوری قوم ان کی پشت پر ہے۔ وطنِ عزیز پاکستان کی سلامتی، دفاع اور استحکام ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ علماء دینی جماعتیں اور دینی مدارس علمی، لسانی اور قلمی جہاد کے ذریعے وطن کی اعتقادی و نظریاتی سرحدوں کی بھرپور حفاظت کریں گے۔

حکمران، آئین پر سب سے پہلے خود عمل کریں اور حلف کی پاسداری کرتے ہوئے سودی معیشت کے خاتمے اور اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کریں۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ بند کریں ورنہ کچھ نہیں بچے گا۔ نفاذِ اسلام سے ہی دہشت گردی کا مکمل خاتمہ ہوگا اور ملک امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ ہمارے وطن عزیز کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے اور دشمنوں کو ان کے ناپاک ارادوں میں ناکام اور رسوا کرے۔ (آمین)

عبداللطیف خالد چیمہ

تحریک انسداد سود کی جدوجہد

سپریم کورٹ کے جج جسٹس سرمد جلال کے سود کے حوالے سے جو متنازعہ ریمارکس گزشتہ دنوں ریکارڈ پر آئے اُس حوالے سے ملک بھر میں ایک بحث شروع ہوچکی ہے، سود کی حرمت، قرآن وسنت میں واضح ہے اور چودہ صدیوں سے اس پر اُمت مسلمہ کا ایک ہی موقف چلا آ رہا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد سٹیٹ بنک آف پاکستان کراچی کے افتتاح کے موقع پر بانی پاکستان محمد علی جناح مرحوم کا اسلامی معیشت کے حوالے سے بیان اور 1973ء تک کے آئین میں سود کے خاتمے سے متعلق آئین کے آرٹیکل 38F پر عمل درآمد نہ ہونے کے حوالے سے ملکی معیشت جہاں آ کھڑی ہوئی ہے۔ ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف نے جس طرح ہماری معیشت پر قبضہ کرنے کے بعد ہم پر عالمی استعمار نے پنجے گاڑ لیے ہیں۔ ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم سودی معیشت خواہ وہ کسی نام سے بھی ہو اس کے خاتمے کے لیے بیدار ہو جائیں، سود کا خاتمہ آئینی اور قانونی تقاضا بھی ہے اور اس کے لیے بہت سے حلقے فیڈرل شریعت کورٹ سمیت اعلیٰ عدالتوں میں ہیں۔ اس منتشر جدوجہد کو عوامی اور عدالتی سطح پر منظّم کرنے کے لیے ملی مجلس شرعی نے ’’تحریک انسداد سود‘‘ کے نام سے جس پلیٹ فارم کو وجود بخشا تھا اُس نے دھیرے دھیرے اس مہم کو جاری رکھا۔ 26؍ اکتوبر 2015ء بروز پیر بعد نماز ظہر تنظیم اسلامی پاکستان کے مرکزی دفتر لاہور میں مختلف دینی جماعتوں کے سرکردہ رہنماؤں کا ایک اجلاس تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر جناب حافظ عاکف سعید کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں 1۔ دستور کی اسلامی دفعات 2۔ تحفظ ختم نبوت 3۔ تحفظ ناموس رسالت 4۔ سودی نظام سے نجات 5۔ فحاشی کی روک تھام کے موضوعات پر بیانات اور گفتگو ہوگی چنانچہ نومبر میں یہ مہم جاری رہی اور محسوس ہوا کہ سنجیدہ علمی وفکری حلقوں سے بات تحریکی وعوامی حلقوں تک پہنچ رہی ہے۔ تحریک انسداد سود کے کنوینر مولانا زاہد الراشدی حکمت وتدبیر کے ساتھ اس کام کو بتدریج آگے بڑھا رہے ہیں۔ 15؍ نومبر اتوار کو 10 بجے صبح قرآن آڈیٹوریم گارڈن ٹاؤن لاہور میں تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام ’’حرمت سود سیمینار‘‘ منعقد ہوا۔ 19؍ نومبر جمعرات کو بعد نماز مغرب نورمحل ہال (چونگی امر سدھو لاہور) میں تحریک نفاذ اسلام پنجاب کے زیر اہتمام مولانا محمد زاہد اقبال کی میزبانی میں تحریک کے مرکزی امیر حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان دامت برکاتہم کی زیر صدارت ’’تجارت ومعیشت اور سودی نظام، اسلام کی نظر میں‘‘ سیمینار منعقد ہوا جس میں کم وبیش پانچ سو شرکاء موجود تھے۔ تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر حافظ عاکف سعید، جمعیت علماء اسلام پاکستان (سنیئر) کے امیر مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی، تحریک عظمت اسلام کے سربراہ چودھری رحمت علی، شبان اسلام کے امیر حافظ حسین احمد اور راقم نے گفتگو کی اور تقریباً تمام مقررین نے انسداد سود، نفاذ اسلام اور تحفظ ختم نبوت جیسے موضوعات پر آج کے ملکی وعالمی ماحول کے تناظر میں روشنی ڈالی اور اتحاد اُمت پر زور دیا۔ 26؍ نومبر جمعرات کو تحریک انسداد سود ساہیوال ڈویژن کے زیر اہتمام ’’انسداد سود‘‘ کنونشن بلدیہ ہال ساہیوال میں علماء کونسل پاکستان کے

چیئرمین قاری منظور احمد طاہر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا زاہد الراشدی، حافظ عاکف سعید، سید ضیاء اللہ شاہ بخاری اور راقم السطور سمیت دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ کنونشن کی نمائندگی اور حاضری دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی اور اب اُمید بندھنے لگی ہے کہ سود کی حرمت کے حوالے سے دھیرے دھیرے ہم منزل کی طرف آگے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھیں، حاسدین کے حسد سے بچائیں اور منزل کو آسان فرماویں۔ آمین، یارب العالمین!

کاروانِ احرار اور ربوہ:

قادیان (گورداسپور) کی طرح ربوہ (حال چناب نگر) میں بھی ''اللہ نے دین کو عزت دی، ہم عاجزوں کی خود لاج رکھی'' کے مصداق 27 /فروری 1976ء کو سب سے پہلے پابندیوں کے باوجود قافلۂ احرار داخل ہوا، جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو اجتماع گاہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ سیکڑوں کارکن اور مجاہدین ختم نبوت ربوہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور ہزاروں رضا کار اور ساتھی پیپلز پارٹی کی فسطائیت کا شکار ہوئے، کچھ گرفتار ہوئے۔ بطل حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ اس موقع پر پہنچے، تقریر بھی کی اور سرپرستی بھی فرمائی یوں پہلی بار ربوہ میں قادیانیت کا تسلط اور غرور خاک میں مل گیا۔ راقم الحروف تب ساہیوال کالج میں زیر تعلیم تھا اور اپنے ایک دوست چودھری محمد ارشاد کے ہمراہ حیلے سے پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ سو یہ سارے مناظر آنکھوں سے دیکھے، تب سے اب تک قافلۂ احرار تحریک ختم نبوت کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے۔ 12/ربیع الاوّل کو ہر سال سالانہ ''ختم نبوت کانفرنس'' بھی ہوتی ہے اور بعد نماز ظہر سرخ پوشان احرار مجاہدین ختم نبوت اور غیور مسلمان تبلیغی و دعوتی جلوس نکالتے ہیں، جو پرامن طور پر چناب نگر کے بازاروں سے ہوتا ہوا ''اقصیٰ چوک'' پہنچتا ہے جہاں مختصر بیان کے بعد ''ایوان محمود'' کے سامنے قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی اور دیگر قائدین خطاب کرتے ہیں اور قادیانیوں کو دعوت اسلام کا فریضہ دہراتے ہیں۔ امسال بھی 12/ربیع الاوّل 1437ھ کو کانفرنس اِن شاء اللہ تعالیٰ پہلے سے زیادہ جوش و خروش اور اہتمام کے ساتھ ہو رہی ہے، جس میں مختلف دینی جماعتوں کے سرکردہ رہنماؤں کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے۔ اُمید ہے کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ کانفرنس تحریک ختم نبوت کے کام کو جلا بخشے گی اور دنیا بھر میں عقیدۂ ختم نبوت کے لیے کام کرنے والوں کو حوصلہ دے گی۔ احرار کارکنوں سے تاکیدی گزارش ہے کہ کانفرنس کی کامیابی کے لیے دعا بھی کریں اور تیاری بھی۔ احرار ساتھیو! عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے اور اس کے تحفظ کی جدوجہد ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔ ہماری زندگی اور آخرت اسی سے وابستہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ گزشتہ دو سالوں میں شعبۂ دعوت وارشاد کی کارکردگی آگے بڑھی ہے اور متعدد قادیانی مرد و زن حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر قادیانیوں کے تعاقب میں تیزی آئی ہے، باوجود اس کے کہ کچھ مہربان اپنی سرشت سے باز آنے کے لیے تیار نہیں اور وہ طرح طرح کی من گھڑت کہانیوں سے بغض احرار کا بخار ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس طرح وہ کوئی موہوم پراپیگنڈہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، لیکن وہ ایسا کرنے میں مسلسل ناکام ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بغض و حسد کی آگ سے محفوظ رکھیں اور سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرماویں، آمین یارب العالمین۔ وما علینا الا البلاغ

مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ایوانِ احرار: C/69 نیو مسلم ٹاؤن، وحدت روڈ لاہور

مرکزی سرکلر بنام ماتحت مجالس
2015/3

عنوان: ''سالانہ ختم نبوت کانفرنس'' چناب نگر کے سلسلہ میں کارکنوں کے لیے ہدایات

جملہ مندوبین شرکاء اور احرار ساتھیوں کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.......................مزاج گرامی!

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ان شاء اللہ تعالیٰ 12/ربیع الاول 1437ھ جامع مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی منعقد ہو رہی ہے اس کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لئے درج ذیل امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیاریاں تیز کر دیں

☆ کانفرنس کے اشتہارات آپ تک پہنچ چکے ہوں گے اگر ابھی تک اشتہارات نہ ملے ہوں یا آپ کی ضرورت سے کم ہوں تو ملتان مرکز سے رابطہ فرما کر اشتہارات منگوا سکتے ہیں

☆ کانفرنس میں شرکت کے لئے اپنے جماعتی وغیر جماعتی ماحول میں محنت کریں اور انفرادی واجتماعی شرکت کو یقینی بنائیں نیز کانفرنس اور قافلے کی روانگی کے حوالے سے اخبارات کے مقامی نمائندگان کے ذریعے خبریں بھجوانے کا اہتمام ضرور کریں

☆ ہر مقامی جماعت کے ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ نظم وضبط کا ماحول پیدا کریں۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والے ساتھیوں کی تربیت کریں اور ایک نیک مقصد کے لئے سفر کے آداب کو ہر حال میں ملحوظ رکھیں

☆ دورانِ سفر کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد جاری رکھیں

☆ پنڈال میں داخل ہونے سے پہلے قافلے کے امیر استقبالیہ کیمپ میں اپنے ساتھیوں کی تعداد کا اندراج کروائیں

☆ چناب نگر میں بلا ضرورت نہ گھومیں پھریں اور نہ ہی قادیانیوں کے ساتھ بحث کریں

☆ دورانِ اجتماع مسجد میں حاضری کو یقینی بنائیں

☆ ہر شاخ یا شرکت کرنے والے ساتھی اپنی تعداد کی مناسبت سے پانچ سے دس جماعتی پرچم ساتھ لائیں اور ممکن حد تک تمام ساتھی سرخ قمیص میں ملبوس ہوں

☆ کانفرنس کی مناسبت سے جن شاخوں کے پاس بینرز موجود ہوں وہ ہمراہ لائیں ممکن ہو تو نئے بینرز بنوانے کا اہتمام کریں

☆ روانگی سے قبل اپنی سواری پر جھنڈا اور بینرز آویزاں کریں جس کی عبارت ''احرار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر'' ہو

☆ تمام ساتھی/قافلے سفر کے دورانیے کا اندازہ کر کے ایسے وقت سفر شروع فرمائیں کہ آپ زیادہ سے زیادہ 12/ربیع الاول کو نماز فجر تک مرکز چناب نگر پہنچ جائیں اس سے زیادہ تاخیر مناسب نہیں

☆ **جن شاخوں کو انتظامات کے لیے کارکن مہیا کرنے کا کہا گیا ہے ان سے درخواست ہے کہ متعینہ کارکنوں کی تربیت کریں اور یہ ساتھی 11/ربیع الاول کو نماز ظہر تک لازماً چناب نگر پہنچ کر سید محمد کفیل بخاری (0300-6326621) کو رپورٹ کریں**

☆ اپنے ارد گرد مشکوک افراد پر نظر رکھیں

☆ موسم کے مطابق بستر ہمراہ رکھیں اور کھانے پینے کی چھوٹی موٹی اشیاء مثلاً پانی کی بوتل چنے، بسکٹ وغیرہ اگر ساتھ رکھیں تو سہولت رہے گی

☆ اپنے قافلے کا امیر مشاورت سے مقرر کریں اور اطاعت امیر کو شعار بنائیں

☆ 12/ربیع الاول کو جلوس کے موقع پر دی جانے والی ہدایات پر مکمل عمل پیرا ہوں دورانِ جلوس نظم وضبط قائم رکھیں ٹکڑ بازی اور منفی نعرے بازی سے مکمل پرہیز کریں

☆ 29/اکتوبر 2015ء کو چناب نگر میں کانفرنس سے متعلق جو اجلاس ہوا اس میں اس کانفرنس کے انتظامات کے لیے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کو ناظم اجتماع مقرر کیا گیا ہے، جبکہ مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، حافظ عابد مسعود ڈوگر، مولانا تنویر الحسن، مولانا محمد اکمل، سید عطاء المنان بخاری، مولانا فیصل متین، جناب محمد خاور بٹ اور مولانا پیر محمد ابوذر کو نائبین مقرر کیا گیا ہے۔

☆ چناب نگر مرکز میں اجتماع کے موقع پر جگہ کم پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم آنے والے مہمانوں اور مقررین کا خاطر خواہ اکرام نہیں کر پاتے اس بات کو محسوس نہ کریں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مزید وسیع جگہ عطاء فرمائیں (آمین) تا کہ سارے نظام میں آسانی رہے۔ جماعتی وغیر جماعتی احباب کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی توجہ غیر ضروری ملاقاتوں کی بجائے اجتماع پر مرکوز رکھیں اور کام میں بے حد مشغول ذمہ داران کو الجھن میں نہ ڈالا کریں اس سے نظم بھی خراب ہوتا ہے اور کام کا حرج بھی

☆ اجتماع گاہ میں نظم وضبط کا خیال رکھیں

☆ دورانِ جلوس پرنٹ شدہ نعرے ہی متعین افراد لگائیں گے

☆ چناب نگر انتظامیہ ہمارے ساتھ تعاون کرتی ہے ان کے ساتھ بدتمیزی سے اجتناب کریں

☆ دورانِ وقفہ بیانات، سٹالز سے اپنی ضروریات کی اشیاء خریدیں

☆ کانفرنس کے موقع پر کانفرنس کے اخراجات/چناب نگر/مرکز/نقیب ختم نبوت/احرار نیوز یا کسی بھی دوسری مد میں فنڈز کے لیے جگہ اور افراد متعین ہوں گے اس کام کے لیے متعلقہ جگہ پر ہی رقوم جمع کروائیں

☆ کھانے کے لیے ترتیب کے ساتھ جن شہروں کے قافلوں کا اعلان کیا جائے براہ کرم صبر وتحمل سے اسی ترتیب کے ساتھ کھانے کے پنڈال میں تشریف لے جائیں۔ کھانے کے لیے 20 روپے فی کس کا ٹوکن جاری کیا جائے گا قافلے کے امیر اپنی تعداد کے حساب سے ٹوکن حاصل کریں اور بوقت طعام معمر افراد کا خاص خیال کریں

☆ ہر ماتحت شاخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ پانچ ہزار روپے (=/5000) چناب نگر کانفرنس کے اخراجات کی مد میں لازماً بھجوائے یا موقع پر جمع کروائے

☆ پارکنگ کے لیے جو جگہ مختص ہے اس کو استعمال میں لائیں اور متعلقہ انتظامیہ کی ہدایات پر سختی سے عمل فرمائیں

امید ہے کہ آپ ہماری گزارشات کو ہر حال میں مقدم وملحوظ رکھیں گے، شکریہ، والسلام

پروگرام ان شاء اللہ تعالیٰ

☆ پہلی نشست: درس قرآن کریم بعد نماز فجر ☆ بیانات علماء کرام 11 تا 1 بجے
☆ تقریب پرچم کشائی 10 بجے ☆ نماز ظہر 1:30 ......جلوس: بعد نماز ظہر

ملتمس: عبداللطیف خالد چیمہ
ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان
موبائل نمبر: 0300-6939453

المرسل: (مولانا) محمد مغیرہ، مرکزی ناظم تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان (چناب نگر، ضلع چنیوٹ) موبائل: 0301-3138803

www.ahrar.org.pk / majlisahrar@yahoo.com / +9242-35865456, +9242-35912644

مدیر

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب ۱۶؍محرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۲۰۱۵ء جمعۃ المبارک کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ خیبر پختون خواہ کے ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد ماجد سید قدرت شاہ صاحب اپنے علاقے کے معروف زمیندار تھے لیکن علماء سے تعلق وصحبت کے فیض سے دین داری اور تقویٰ کی نعمت سے مالال تھے۔ اپنے بیٹے شیر علی شاہ کو دین پڑھایا اور آخرت کا اجرِ عظیم کمایا۔ مولانا شیر علی شاہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اوّلین فضلاء اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ عمرعزیز کے تقریباً ساٹھ برس تفسیر وحدیث کی تدریس میں صرف کیے اور اپنی مادرِ علمی میں ہی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مدینہ یونیورسٹی سے تفسیر میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ مولانا سید شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہنس مکھ، وسیع القلب، وسیع النظر، وسیع المطالعہ، مہمان نواز، متواضع، منکسر المزاج اور پیکرِ اخلاق تھے۔ وہ زبردست خطیب تھے۔ عربی، اردو اور فارسی کے سیکڑوں اشعار اور اکابر کے اقوال، واقعات حفظ واز بر تھے۔ بلا تکلف بلا تکان بولتے اور موتی رولتے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت انھیں اپنے والد ماجد سید قدرت شاہ سے ورثہ میں ملی تھی۔ انھوں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں دار العلوم حقانیہ میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خطاب کو تحریر ومرتب کر کے شائع کیا اور پھر اس تعلق ومحبت کو زندگی کے آخری سانس تک باقی رکھا۔ وہ مجلس احرارِ اسلام کی دعوت پر سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر اور لاہور میں تشریف لائے اور زبردست علمی وتحریکی خطبات ارشاد فرمائے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ابن امیر شریعت قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے قریب ہی رہائش تھی۔ حضرت پیر جی مدظلہٗ تقریباً دس بارہ سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ ہر وقت کا ملنا اور محبت وخلوص سے پیش آنا ان کا وصف تھا۔ کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے سفرِ آخرت کو روانہ ہوئے۔ موت بھی عالی شان اور جنازہ بھی عالی شان۔ انسانوں کا ایک سمندر تھا جو ان کی نمازِ جنازہ میں اُمڈ آیا تھا۔ وہ اسی خراجِ تحسین کے مستحق تھے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمایا۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اپنی علالت کی وجہ سے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لیکن مدینہ منورہ میں ان کے ساتھ قیام کی یادوں کو تازہ کرتے رہے۔ انھوں نے حضرت کے فرزند مولانا امجد شاہ صاحب کو فون کر کے اظہارِ تعزیت کیا۔ انھوں نے کہا کہ مولانا شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو علم

دین حاصل کیا وہ اس کا عملی نمونہ تھے۔ حق تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔

حضرت حاجی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ:

خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت حاجی عبدالرشید صاحب ۲۲ ؍محرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۵ ؍نومبر ۲۰۱۵ کو طویل علالت کے بعد رحیم یار خان میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر نوے برس کے قریب تھی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ (کندیاں) کی شان اور باقیاتِ سلف میں سے تھے۔ انھوں نے حضرت اعلیٰ مولانا احمد خان قدس سرہ، حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہٗ تینوں شیوخ کی بیعت کی۔ تمام عمر اللہ کی مخلوق کو اللہ کے راستے پر بلاتے رہے اور اسی کارِ خیر پر چلتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے وجود سے مسلمانوں کو خیر اور بھلائی کے سوا کچھ نہیں بلا۔ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد خانقاہ سراجیہ کے متوسلین خصوصاً حضرت کے فرزندان کے لیے ان کی شفقت و محبت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ حاجی صاحب کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم نے پڑھائی اور آبائی گاؤں ۱۴۰ ؍منٹھار میں آسودۂ خاک ہوئے۔ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

مولانا عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ:

جامعہ قاسم العلوم ملتان کے مہتمم مولانا عبدالبر محمد قاسم ۲۶ ؍محرم ۱۴۳۷ھ مطابق ۹ ؍نومبر ۲۰۱۵ء کو مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم شیخ التفسیر حضرت مفتی محمد شفیع ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے۔ جامعہ قاسم العلوم سے ہی درس نظامی کی تعلیم مکمل کی، بہت کم گو تھے لیکن تحریر میں تحقیق کا ذوق غالب تھا۔ انھوں نے بعض تحقیقی رسائل بھی تصنیف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے اور مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے۔

جناب اشتیاق احمد مرحوم:

معرف ادیب جناب اشتیاق احمد ۴ ؍صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ ؍نومبر ۲۰۱۵ کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ مرحوم بچوں کے ادب کے معروف لکھاری تھے۔ وہ گزشتہ پینتالیس برس سے لکھ رہے تھے۔ بچوں کے لیے سینکڑوں سبق آموز اسلامی کہانیاں، آٹھ سو ناول اور سو کتابیں لکھیں۔ ان کی تحریروں میں بچوں کے اخلاق و کردار اور عقیدہ کی تعمیر و اصلاح کا جذبہ بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آج کل روزنامہ اسلام کے بچوں کے میگزین کے ایڈیٹر تھے۔ انھوں نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید مرزائیت کے موضوع پر نہایت اعلیٰ تحریریں لکھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت میں گویا ڈوبے ہوئے تھے، موت سے کچھ دیر پہلے انھوں نے ایک رفیق سے کہا کہ صحابہ کی محبت میرا ایمان ہے۔ جو لوگ ان کو برا کہتے ہیں خصوصاً

امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے ہیں وہ ایمان سے محروم ہیں۔ کراچی میں کتابوں کی ایک نمائش میں گئے تھے، واپسی کے لیے ایئر پورٹ پہنچے، زندگی کی آخری نماز ادا کی، بورڈنگ کارڈ حاصل کیا، لاؤنج میں پہنچے، دل کا دورہ پڑا اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ اشتیاق احمد جھنگ سے تعلق رکھتے تھے، میت جھنگ لائی گئی، وہیں نماز جنازہ اور تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

- مولانا شمس الحق صدیق رحمتہ اللہ علیہ: مدینہ منورہ میں ہمارے مہربان اور کرم فرما جناب ڈاکٹر محمد الیاس فیصل کے برادرِ اکبر، انتقال ۳۰ رستمبر ۲۰۱۵ء مجلس احرار اسلام جھنگ کے قدیم کارکن محمد اقبال سالار مرحوم
- مجلس احرار اسلام گڑھا مور کے صدر حاجی محمد اقبال صاحب کے بڑے بھائی جناب طالب حسین کے والد اور مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس مولوی عبدالمتین کے تایا شیر محمد مرحوم
- ملتام میں ہمارے کرم فرما محمد عاصم سنجرانی کی ہمشیرہ اور مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس محمد نعمان سنجرانی کی تایا زاد بہن انتقال: ۱۰ رنومبر ۲۰۱۵ء
- ہمارے مہربان جناب شیر محمد کے جوان فرزند محمد شفیق مرحوم انتقال: ۱۲ رنومبر ۲۰۱۵ء
- مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے مخلص کارکن جناب محمد یعقوب (ٹپ چوہان) کی ساس صاحبہ
- مہر محمد اصغر مرحوم، سیالکوٹ کے احرار کارکن میر محمد مدثر کے والد انتقال: ۱۰ رمحرم ۱۴۳۷ھ
- چیچہ وطنی میں ہمارے معاون محمد علی کے والد گرامی عبدالحمید انجم 26۔ اکتوبر پیر کو ایک حادثے میں انتقال کر گئے۔
- ختم نبوت اکیڈمی لندن کے ڈائریکٹر عبدالرحمٰن یعقوب باوا کی اہلیہ کی بڑی ہمشیرہ اور سہیل باوا کی خالہ 25 اور 26 راکتوبر کی درمیانی شب لندن میں انتقال کر گئیں
- پتوکی میں ہمارے میزبان جناب محمد خالد لطیف گھمن کی بیٹی 26 راکتوبر کو انتقال کر گئیں
- ہڈرزفیلڈ (برطانیہ) میں ہمارے بہت ہی مہربان حاجی محمد رفیق کی والدہ ماجدہ 13 رنومبر کو 191 مخدوماں والا (رجانہ) میں انتقال فرما گئیں۔ 14 نومبر کو نماز جنازہ حاجی صاحب نے خود پڑھائی، حاجی عبداللطیف خالد چیمہ اور شیخ عبدالواحد (گلاسگو) نے حاجی صاحب سے تعزیت کا اظہار کیا، عبداللطیف خالد چیمہ تعزیت کے لیے 191 مخدوماں والا (رجانہ) تشریف لے گئے، حاجی محمد رفیق اور دیگر اہل خانہ سے تعزیت کا اظہار کیا۔
- ملتان میں پروفیسر حافظ عبدالاحد اور پروفیسر حافظ بدرالدین کی والدہ ماجدہ 19 رنومبر کو انتقال فرما گئیں۔

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین اور ساری امت کے لیے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

مرزا عبدالقدوس

جہلم کی فیکٹری میں قادیانی سپر وائزر نے قرآنی اوراق جلائے

جہلم میں واقع قادیانیوں کی ملکیت پاکستان چِپ بورڈ نامی فیکٹری میں توہین قرآن کے واقعے کے حوالے سے مقدمے کے مدعی اور عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ فیکٹری کے قادیانی سپر وائزر قمر احمد طاہر نے قرآنی اوراق خود جلائے۔ اس موقع پر فیکٹری کے دو ورکرز نے احتجاج کیا تو انھیں ملازمت سے نکالنے اور چوری کے مقدمے میں بند کرانے کی دھمکی دی گئی۔ فیکٹری کا قادیانی مالک میجر (ر) مرزا نصیر احمد طارق اور فیکٹری کا ڈائریکٹر اس کا بیٹا مرزا علی بشیر بھی اس وقت فیکٹری میں موجود تھے۔ لیکن انھوں نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی جس سے اس شبہے کو تقویت ملتی ہے کہ یہ ان کی سوچی سمجھی سازش تھی۔ فیکٹری کے مسلمان ورکرز کا کہنا ہے کہ بروقت اطلاع دیے جانے کے باوجود پولیس اور انتظامیہ نے غفلت کا مظاہرہ اور توہین قرآن کے ملزمان کے خلاف فوری کارروائی نہیں کی اور بعد ازاں پولیس کی جانب سے طاقت کے استعمال پر لوگوں میں اشتعال بڑھا۔ مقامی ذرائع کا کہنا ہے کہ جہلم میں جی ٹی روڈ کے کنارے واقع پاکستان چِپ بورڈ نامی فیکٹری کے مالکان اور چاروں انجینئر قادیانی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں قائم ہونے والی اس فیکٹری میں تقریباً پونے دو سو مزدور کام کرتے ہیں، جن میں بہت قلیل تعداد قادیانیوں کی ہے جبکہ بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

واقعے کے حوالے سے عینی شاہدین نے ''امت'' کو بتایا کہ جمعرات کی سہ پہر ساڑھے تین بجے نارووال کے رہائشی قادیانی سپر وائزر قمر احمد طاہر کی نگرانی میں بوائلر میں کوڑا کرکٹ اور ردّی کاغذ جلائے جا رہے تھے۔ قمر احمد نے ایک مزدور سے چند تھیلے مزید منگوائے اور انھیں خود جلانا شروع کر دیا، ان تھیلوں میں قرآنی اوراق تھے۔ اس موقع پر موجود فیکٹری ورکرز حماد الحسن، توقیر رسول، ندیم اور سعود نے چلا کر کہا کہ یہ تو سورۃ یٰسین ہے۔ لیکن قادیانی سپر وائزر نے اوراق کو آگ میں جھونک دیا۔ لڑکوں نے ایک نسخے کو آگ سے اچک لیا۔ عینی شاہدین کے مطابق سورۃ یٰسین کا یہ جلا ہوا نسخہ اب پولیس کے پاس موجود ہے۔ اس سے پہلے ردّی کی آڑ میں کیا جلایا گیا، اس کا صحیح اندازہ نہیں۔ ان مزدور لڑکوں نے جب شور کیا تو قمر طاہر نے ان کو دھمکیاں دے کر باہر نکال دیا۔ اسی دوران فیکٹری کے بیرونی گیٹ سے ڈرائیور بشارت حسین گاڑی لے کر داخل ہوا۔ سعود اور دیگر ورکرز نے بشارت کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ بشارت فیکٹری کے اندر پہنچا تو قرآنی اوراق جلانے کا سلسلہ جاری تھا۔ بشارت نے ۴ بج کر ۲۰ منٹ پر پولیس کو اپنے موبائل سے کال کی اور فیکٹری میں قرآنی اوراق جلانے کے بارے میں آگاہ کیا۔ اس پر قمر طاہر سٹپٹا گیا اور اس نے دو تھیلے فوراً فیکٹری میں واقع اپنی عبادت گاہ میں رکھوانے کے لیے بھجوا دیے۔ تقریباً ۱۵ ؍ منٹ بعد پولیس آ گئی۔ بشارت حسین اور دیگر افراد نے سورۃ یٰسین کا جلا ہوا نسخہ

دیگر اوراق پولیس کے حوالے کیے اور بتایا کہ جلانے کے لیے لائے گئے دو تھیلے قمر نے اپنی عبادت گاہ بھجوا دیے ہیں۔ پولیس نے اندر جا کر وہ تھیلے بھی تحویل میں لے لیے اور قادیانی سپروائزر قمر احمد طاہر کو حراست میں لے کر تقریباً پونے چھ بجے واپس چلی گئی۔ ذرائع کے مطابق شام چھ بجے شفٹ ختم ہونے کے بعد جب مسلمان مزدور فیکٹری سے باہر نکلے تو انھیں قرآن کریم کے جلائے جانے کا علم ہوا اس پر مزدور مشتعل ہو گئے اور انھوں نے احتجاج شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں افسوسناک واقعے کی اطلاع ملنے پر قریبی دیہات اور آبادیوں سے بھی لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ عینی شاہدین کے مطابق اگر انتظامیہ اور پولیس فوری طور پر ملزمان کے خلاف کارروائی کرتی تو ہنگامہ آرائی نہ ہوتی۔ بعدازاں مظاہرین کے خلاف طاقت کے استعمال سے لوگوں میں اشتعال بڑھا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ فیکٹری کا مالک مرزا نصیر طارق، واقعے کے بعد شام ساڑھے پانچ بجے ہی اسلام آباد روانہ ہو چکا تھا جہاں اس کی فیملی رہائش پذیر ہے۔ البتہ اس کا بیٹا مرزا علی بشیر فیملی سمیت اندر ہی موجود تھا۔ پولیس نے رات ساڑھے گیارہ بجے اسے بحفاظت باہر نکالا۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ سراسر پولیس اور انتظامیہ کی غفلت سے پیش آیا، اگر پولیس رات ساڑھے پانچ، پونے چھ بجے واپس جانے کی بجائے فیکٹری کو اپنی تحویل میں لے لیتی اور شفٹ ختم ہونے کے بعد تمام ملازمین کو توہین قرآن کے ملزمان کے خلاف سخت کارروائی کا یقین دلا کر گھروں کو بھیج دیتی فیکٹری کو نقصان سے بچایا جا سکتا تھا۔ تاہم ہزاروں مشتعل افراد نے فیکٹری میں داخل ہو کر اس کے بیشتر حصوں کو آگ لگا دی۔ ذرائع کے مطابق فیکٹری کا ۷۰ فیصد حصہ جل گیا ہے اور آٹھ گاڑیوں کو نقصان پہنچا ہے۔ جبکہ فیکٹری کا رہائشی حصہ جہاں دیگر کئی خاندانوں کے علاوہ مرزا علی بشیر کی فیملی بھی رہائش پذیر ہے، وہ مکمل طور پر محفوظ رہا اور کسی شخص یا گھر کو معمولی گزند بھی نہیں پہنچی۔ ادھر ڈی پی او جہلم مجاہد اکبر خان نے جماعت احمدیہ کے ترجمان کے اس بیان کی پرزور تردید کی ہے کہ بعض لوگوں کو بھی آگ میں جلایا گیا جلانے کی کوشش کی گئی۔ انھوں نے کہا کہ رہائشی حصے میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ذرائع کے مطابق جب مظاہرہ شروع ہوا تو اے ڈی سی جہلم عمران رضا عباسی اور دیگر حکام نے مظاہرین سے مذاکرات کیے جو ناکام رہے۔ اس کے بعد پولیس نے شدید شیلنگ شروع کر دی جس پر مظاہرین مشتعل ہو کر فیکٹری میں گھس گئے اور آگ لگا دی۔ مظاہرین نے رات نو بجے جی ٹی روڈ بھی بند کر دی۔ اسی دوران کالا گوجراں میں ایک قادیانی عبادت گاہ کو بھی نشانہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے، جسے پولیس نے ناکام بنا دیا۔ سول انتظامیہ جب مظاہرین کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو گئی تو رات تین بجے رینجر اور پولیس کی مزید نفری کو طلب کیا گیا۔ وہ گھنٹے کی کوشش اور مذاکرات کے بعد صبح پانچ بجے جی ٹی روڈ پر ٹریفک بحال کرائی گئی۔ اس دوران راولپنڈی اور دوسری جانب لاہور کی طرف گاڑیوں کی میلوں لمبی لائنیں لگ گئی تھیں۔ اگلے دن جمعہ کو بھی شہر میں شدید اشتعال رہا۔ جی ٹی روڈ اور فیکٹری

کے اطراف فوجی گاڑیاں اور جوان حرکت گشت کرتے رہے۔ تاہم مجموعی طور پر ماحول پرسکون رہا۔ کل ہفتہ کو پولیس کا فیکٹری کے گرد حصار موجود تھا۔ لیکن اب جہلم مکمل طور پر امن ہے۔ واقعے کے مرکزی ملزم قمر احمد طاہر کے خلاف تھانہ صدر جہلم میں زیر دفعہ 295-B کے تحت ایف آئی آر نمبر 528 درج کر لی گئی ہے اور ملزم کو عدالتی ریمانڈ پر جیل بھجوا دیا گیا۔ اس مقدمے کے مدعی ڈرائیور بشارت حسین نے ''امت'' کو بتایا کہ جب مزدور لڑکوں نے انھیں قرآنی اوراق جلانے کے بارے میں بتایا تو انھوں نے فیکٹری کے اندر جا کر ساری صورت حال خود دیکھنے کے بعد پولیس کو اطلاع دی۔ بشارت کا کہنا تھا کہ انھوں نے قانونی راستہ اختیار کیا اور ذاتی طور پر کسی کو اشتعال نہیں دلایا۔ جب پولیس آئی تو مزدور لڑکوں نے پولیس کو بھی سارا واقعہ بتایا کہ کس طرح قمر طاہر نے انھیں ملازمت سے نکالنے اور ان کے خلاف چوری کا مقدمہ درج کرانے کی دھمکی دی۔ بشارت حسین نے کہا کہ اگر پولیس ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں موجود رہتی تو مشتعل افراد کے ہاتھوں فیکٹری کو نقصان سے بچایا جا سکتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب مزدوروں اور عام لوگوں کے علم میں یہ افسوسناک واقعہ آیا تو ان کا اشتعال فطری تھا۔

واقعے کے بارے میں ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے مجلس احرار کے مرکزی سیکریٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قرآن کریم اور شعائرِ اسلام کی توہین قادیانیوں کا وطیرہ ہے۔ اس طرح اشتعال انگیز واقعات کا مقصد ختم نبوت کا قانون ختم کرانا ہے اور یہ عالمی سازش ایک عرصے سے جاری ہے۔ تاہم بدقسمتی یہ ہے کہ یہ قانون تو موجود ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا۔ عبداللطیف خالد چیمہ کا کہنا تھا کہ جب قادیانی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی اللہ کی آخری کتاب ''قرآن کریم'' پر یقین نہیں رکھتے تو اسے اپنے پاس کیوں رکھتے ہیں۔ ان کی تو اپنی ''تذکرہ'' نامی کتاب ہے۔ انھوں نے کہا کہ لوگوں نے قرآن کی توہین پر مظاہرہ کیا۔ لیکن اس موقع پر انتظامیہ نے تحمل سے صورتحال کو کنٹرول کرنے کے بجائے طاقت استعمال کی جس سے اشتعال پیدا ہوا اور ردعمل میں فیکٹری کے بعض حصوں کو آگ لگی۔

(مطبوعہ: روزنامہ امت کراچی، ۲۳ رنومبر ۲۰۱۵ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

مذہبی رواداری

اسلام نے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ رواداری کی بڑی فراخ دلی کے ساتھ تعلیم دی ہے۔ خاص طور پر جو غیر مسلم کسی مسلمان ریاست کے باشندے ہوں، ان کے جان و مال، عزت و آبرو اور حقوق کے تحفظ کو اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس بات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے کہ انھیں نہ صرف اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو بلکہ انھیں روزگار، تعلیم اور حصولِ انصاف میں برابر کے مواقع حاصل ہوں، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ رکھا جائے اور ان کی دل آزاری سے مکمل پرہیز کیا جائے۔ ہمارے فقہاءِ کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ ''اگر کسی شخص نے کسی یہودی یا آتش پرست کو اے کافر! کہہ کر خطاب کیا، جس سے اس کی دل آزاری ہوئی تو ایسا خطاب کرنے والا گنہگار ہوگا'' (فتاویٰ عالمگیریہ، ص:۵۹، ج:۵) قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ''اللہ تمھیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' (ترجمہ سورہ ۶۰ آیت ۸) اسی بنیاد پر احادیث کا ذخیرہ اور اسلامی فقہ اور تاریخ کی کتابیں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ نہ صرف رواداری بلکہ حسنِ سلوک اور برابر کے انسانی حقوق کی تاکید و ترغیب سے بھری ہوئی ہیں (میں نے اپنی کتاب ''اسلام اور سیاسی نظریات'' میں ان تعلیمات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے) لیکن رواداری حسن سلوک اور انصاف کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مذاہب کے درمیان فرق اور امتیاز ہی کو مٹا دیا جائے، اور مسلمان رواداری کے جوش میں غیر مسلموں کے عقیدہ و مذہب ہی کی تائید شروع کر دیں، یا اس عقیدہ پر مبنی مذہبی تقریبات میں شریک ہو کر یا ان کے مذہبی شعائر کو اپنا کر ان کے مذہب کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کریں، قرآن کریم نے اس سلسلے میں جو واضح طرزِ عمل بتایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین'' اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو شائستگی کے دائرے میں اپنے مذہبی تہوار منانے کا پورا حق حاصل ہے، اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں نہ خود کوئی رکاوٹ ڈالے، نہ دوسروں کو ڈالنے دے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی وہ مذہبی رسمیں جو ان کے عقیدے پر مبنی ہیں ان میں کوئی مسلمان انھی کے ایک فرد کی طرح حصہ لینا شروع کر دے پچھلے دنوں میں ہندوؤں کے دیوالی کے تہوار کے موقع پر ہمارے متعدد سیاسی رہنماؤں نے رواداری کے جوش میں دیوالی کی تقریبات میں باقاعدہ حصہ لیا بعض رہنماؤں نے ہندوؤں سے یکجہتی کے اظہار کے لیے تلک بھی لگایا اور اس کی وسیع پیمانے پر فخریہ انداز میں نشر و اشاعت بھی ہوئی۔ خود ہمارے وزیرِ اعظم بھی دیوالی کی تقریب میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ کیک بھی کاٹا۔ اور

اخباری اطلاع کے مطابق انھوں نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ انھیں ہولی کے موقع پر بھی بلایا جائے اور ان پر رنگ بھی پھینکا جائے، غالبًا ان کے ذہن میں یہ یکطرفہ پہلو رہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ عدم برداشت کے جو مظاہرے ہو رہے ہیں ان کے مقابلے میں پاکستان کی رواداری کو نمایاں کیا جائے کہ پاکستانی حکومت کس طرح ہندوؤں کی خوشی میں برابر کی شریک ہے لیکن یہ پہلو ان کی نظر سے اوجھل ہو گیا کہ دیوالی کے ساتھ بہت سے عقائد اور تصورات وابستہ ہیں جن کی بنیاد دیویوں اور دیوتاؤں کے مشرکانہ عقیدوں پر ہے اور اس طرف بھی ان کی توجہ نہ گئی کہ دیوالی میں شریک ہو کر کیک کاٹنے کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا پس منظر کیا ہے؟ دنیا کے عام رواج کے مطابق عموماً کیک کاٹنے کی رسم کسی کے یوم پیدائش کے موقع پر ادا کی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ دیوالی کے موقع پر کس کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے؟ بہت سے ہندوؤں کے عقیدے میں دولت اور خوشحالی کی دیوی (goddess) لکشمی بھی دیوالی کے پہلے دن پیدا ہوئی تھی اور صحت وشفاء کا دیوتا (god) دھن ونتری کا بھی یوم پیدائش یہی ہے (وکی پیڈیا)۔ چنانچہ دیوالی کے دنوں میں لکشمی کے بت کی پوجا دیوالی کی تقریب کا ایک اہم حصہ ہے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے وہ کیک کاٹیں، یا دیئے جلائیں یہ ان کے مذہب کا تقاضا ہے لیکن جو مسلمان توحید کا عقیدہ رکھتا ہو، اور "لاالہ الا اللہ" پر ایمان اس کی شناخت کا لازمی حصہ ہو اس کے لیے اس عقیدے کے عملی مظاہرے کا حصہ بننا رواداری نہیں، مداہنت اور اپنے عقیدے کی کمزوری کا اظہار ہے۔ خاص طور پر ملک کے وزیر اعظم کا برسرِ عام قول وعمل صرف ان کی ذات کی حد تک محدود نہیں رہتا، بلکہ وہ پوری قوم کی طرف منسوب ہوتا ہے اس لیے اس میں تمام پہلوؤں کی رعایت اور مختلف جہتوں کے درمیان توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ وطن کے غیر مسلمون کے ساتھ رواداری، حسنِ سلوک اور ان کی باعزت اور آرام دہ زندگی کا خیال رکھنا یقیناً ضروری اور مستحسن ہے لیکن ہر چیز کی کچھ حدود ہوتی ہیں ان حدود سے آگے نکلنے ہی سے انتہا پسندی کی قلمرو شروع ہوتی ہے۔ غیر مسلموں یا ان کی عبادت گاہوں پر حملے کرنا یا ان کے اپنے مذہب پر عمل کرنے میں رکاوٹ ڈالنا یقیناً گناہ اور قابلِ مذمت ہے۔ لیکن کسی مسلمان کا ان کے عقیدوں پر مبنی مذہبی رسوم میں شریک ہونا بھی ناجائز اور قابلِ مذمت ہے۔ اعتدال کا راستہ افراط وتفریط کی انتہاؤں کے درمیان سے گزرتا ہے۔

اوریا مقبول جان

اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو

فیصلہ تو آپ نے اس دن کرلیا تھا کہ آپ اس رزمِ خیروشر اور معرکۂ حق و باطل میں کس جانب ہیں جب ۱۴؍نومبر ۱۹۹۱ء کو وفاقی شرعی عدالت کے جج جسٹس تنزیل الرحمٰن نے طویل سماعت کے بعد فیصلہ دیتے ہوئے بینکوں کے سود کو حرام قرار دیا تھا۔ آپ اس وقت اس مملکتِ خداداد پاکستان کے وزیراعظم تھے ہوسکتا ہے آپ کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ تصور موجود ہو کہ یہ وزارتِ عظمیٰ آپ کو پاکستان کے عوام اور عالمی طاقتوں کی آشیرباد سے ملی ہے لیکن میرے جیسے ''دقیانوس'' اور آپ کے موجودہ لبرل خیالات کے حامل لوگ جنھیں ''فرسودہ'' اور ازکار رفتہ تصورات کا حامل گردانتے ہیں ان کے نزدیک یہ فیصلہ کہ کس کو زمین پر اختیار دیا جائے اور کس سے چھین لیا جائے خالصتاً اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں ''کہہ دو کہ اے اللہ اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے (آل عمران:۲۶)۔ اللہ کسی کو بادشاہی، حکومت یا اختیار اس لیے عطا کرتا ہے کہ زمین میں اللہ کے احکامات کو نافذ کرے۔ اللہ فرماتا ہے ''اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے (الحج:۴۱)۔ لیکن آپ نے ۱۴؍نومبر ۱۹۹۱ء کو ہی یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ آپ نے عملی طور پر ایک ایسے گروہ کا حصہ بنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ آپ نے وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے کو بحیثیت وزیراعظم سپریم کورٹ میں چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا۔ سپریم کورٹ نے وقت کے حاکم کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو کالعدم قرار دے کر بحث کا آغاز کیا۔ کچھ عرصے بعد اللہ نے آپ سے وزارتِ عظمیٰ اس طرح چھینی کہ آپ کے حق میں آیا ہوا سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی آپ کو وزارتِ عظمیٰ پر برقرار نہ رکھ سکا۔ شاید آپ سمجھتے ہوں کہ آپ سے استعفیٰ لینے کی سازش کا تانا بانا تو یہاں کی مقتدر قوتوں نے بنایا تھا اس کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا تعلق۔ لیکن میرے جیسے ''دقیانوس'' اور ''فرسودہ'' خیال لوگ تو یہی تصور کرکے اللہ پر اپنا ایمان مضبوط کرتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اس غلطی کی سزا دی۔ آپ کے بعد محترمہ بینظیر حکمران ہوئیں۔ انھوں نے ایک طریقہ ڈھونڈا کہ اس لڑائی میں براہ راست شریک نہ ہوا جائے بس دائیں بائیں ہوکر نکل جایا جائے۔ انھوں نے شریعت بینچ ہی مکمل نہ ہونے دیا۔ ظاہر بات ہے جب بنچ ہی مکمل نہ ہوگا تو شنوائی کہاں اور فیصلہ کہاں۔ آپ کو محترمہ بینظیر کی یہ روش اور ادا اس قدر پسند آئی کہ جب اللہ نے آپ کو دوبارہ اقتدار عطا کیا آپ نے بھی اپنے پورے عرصۂ اقتدار میں سپریم کورٹ کا شریعت بنچ مکمل نہ ہونے دیا۔ آپ کو یہ حیلہ کرنے کا گر یقیناً آپ کے ''مرشدِ اوّل'' حضرت ضیاء الحق سے

ملا تھا۔ شریعت اور شرعی قوانین کے نفاذ کے علمبردار ضیاء الحق نے جب ۱۹۸۱ء میں وفاقی شرعی عدالت قائم کی تو اس پر ایک پابندی لگا دی کہ وہ دس سال تک مالی و معاشی معاملات کے متعلق کوئی درخواست وصول نہیں کرے گی۔ اللہ نے ضیاء الحق کو دس سال تک جانے کی مہلت ہی نہ دی۔ اللہ دلوں کے حال اور نیتوں کو خوب جانتا ہے۔ اسے ہی علم ہوگا کہ ضیاء الحق دس سال بعد اس مدت میں توسیع چاہتے تھے یا سود کے خلاف فیصلہ کرنے کی اجازت دینا چاہتے تھے۔ بہر حال وہ ۱۹۸۸ء میں اس کے دربار میں جا پہنچے ہیں جہاں کوئی بہانہ کارگر نہیں اور کوئی مکر و فریب نہیں چلتا۔ وہ اعمال پر نیتوں کے حساب سے سزا دیتا ہے کہ صرف وہی ہے جو نیتوں اور دلوں کا حال جانتا ہے۔ میرے جیسے اللہ سے ڈرنے اور خوف رکھنے والے لوگ بھی آپ کو نیک نیتی کا فائدہ دیتے رہے ہم لوگ سمجھتے رہے کہ آپ گزشتہ پینتیس سالوں سے سیاست کے میدان میں اللہ کے قوانین کے علمبردار بنے رہے آپ نظریہ پاکستان کی چھتری تلے پناہ لیتے رہے۔ آپ کی تقریریں اور آپ کے چھوٹے بھائی کا علامہ اقبال کے شعروں کو دہرانا یہ ثابت کرتا رہا کہ ہوسکتا ہے آپ اس ملک میں اس خواب کی تکمیل چاہتے ہوں جو علامہ اقبال کی شاعری اور راتوں کی اشکباری میں جھلکتا تھا۔ جو آئین پیغمبر کا اس مملکت خداداد میں نفاذ چاہتے تھے۔ میں یہاں علامہ اقبال کے کئی سو اشعار تحریر کرسکتا ہوں لیکن شاید اب آپ انھیں سننا پسند نہ کریں۔ یہ سادہ دل لوگ یہ بھی سمجھتے رہے کہ آپ قائداعظم کے اصولوں کے مطابق ایک اسلامی پاکستان اور اسلامی معاشی نظام چاہتے ہیں کیونکہ آپ نے پینتیس سالہ سیاست میں اسلام اور نظریہ پاکستان کے سوا اور کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ وہی قائداعظم جنھوں نے گیارہ اگست کی تقریر کو جب لوگوں نے غلط معنی پہنانے کی کوشش کی کہ قائداعظم ایک لبرل اور سیکولر پاکستان چاہتے تو انھوں نے ۲۵ رجنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار میں ان سیکولر اور لبرل دانشوروں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔''

I could not understand That a section of the people who deliberatly wanted to create mischiaf and propoganda that the conditution of Pakistan would not be made on Sharia law. Islamic Princiles to day are as applicable to life as thy were 1300 year ago

''میری سمجھ نہیں آتی کہ لوگوں کا ایک طبقہ جان بوجھ کر یہ شرارت اور پراپیگنڈا کر رہا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کے قوانین پر مبنی نہیں ہوگا۔ اسلامی اصول آج بھی اسی طرح نافذ العمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے''۔ یہی نہیں بلکہ قائداعظم نے ان سیکولر لبرل شرارت پسندوں کا جواب فروری ۱۹۴۸ء میں امریکی ریڈیو سے اپنے ایک خطاب میں دیا۔ انھوں نے امریکی عوام کو بھی واضح کیا کہ ہم شرعی قوانین چاہتے ہیں۔

,,The constitution of Pakistan is yet to be frammed by Pakistan Constituent Assembly. I do not know what the ultimate Shape of the

constitution is going to be, but i am sure, it will be of democratic type , emboding the essential Principals of islam, Today these are as ''applicable in actual life as these were 1300 yesr ago

''پاکستان کا آئین ابھی پاکستان کی آئین ساز اسمبلی نے بنانا ہے۔ مجھے نہیں علم کہ اس کی کیا حتمی شکل وصورت ہوگی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ ایک جمہوری آئین ہوگا جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہوگا۔ اسلامی اصول آج بھی زندگی میں اسی طرح نافذ العمل ہیں جیسے تیرہ سو سال پہلے تھے''۔ یہ تھا اقبال اور قائد اعظم کا پاکستان جس کے آپ پینتیس سالہ سیاست میں وکیل بنے رہے اور اس ملک کے سادہ لوح عوام اور راسخ العقیدہ دانشور آپ کو سنتے رہے۔ جو صاحبانِ نظر تھے انھیں علم تھا کہ آپ عملی طور پر اسی دن سے اس صف میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان کرنے والوں کی صف ہے جس دن آپ نے فیڈرل شریعت کورٹ کے بنکوں کے سود کو حرام کرنے کے فیصلے کے خلاف اپیل کی تھی لیکن میرا اللہ تو مہلت دیتا ہے۔ فردِ جرم اسی وقت عائد ہوتی ہے جب کوئی واضح دوٹوک اعلان کرے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ کو یہ توفیق دی کہ آپ یہ اعلان کریں کہ پاکستان کا مستقبل لبرل اور جمہوری پاکستان سے وابستہ ہے۔ یہ اعلان آپ نے بحیثیت نواز شریف نہیں بلکہ بحیثیت وزیر اعظم پاکستان کیا ہے۔ وہ وزارت عظمیٰ جو ہمارے نزدیک اللہ کی عطا ہے میرے سامنے اُن صاحبانِ نظر کے چہرے بھی گھوم رہے جن سے آپ نے دعا کی استدعا کرتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ اگر تیسری دفعہ وزیر اعظم بن کر میں نے تاریخ رقم کر دی تو اللہ کے قانون کو اس ملک میں نافذ کر دوں گا۔ مجھے مدینہ منورہ میں بیٹھے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاروب کش اس صوفی صاحب کی وہ بات یاد آ رہی ہے جن سے آپ نے جلاوطنی کے دوران ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو انھوں نے کہا تھا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ آپ ایک دروازے سے آؤ تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں۔ آپ سے صاحبانِ نظر اس قدر ناراض تھے اس لیے کہ انھیں اللہ کی ناراضگی کا بخوبی علم تھا۔ آپ کو اقتدار ملا آپ کو مہلت دی گئی۔ یہ مہلت آپ نے گنوادی۔ اس ملک کی روحانی اساس عاشقِ رسول اور دربارِ رسالت کے عندلیب باغ حجاز علامہ اقبال سے وابستہ تھی۔ آپ نے لبرل اور سیکولر بننے کے شوق میں یومِ اقبال کی تعطیل بھی منسوخ کر دی۔ اچھا ہوا آج آپ کا اقبال سے یہ تعلق بھی ختم ہوا۔ حیرت ہے کہ اب یہ اعزاز اس صوبے کے مردان افغان کو حاصل ہوا جن سے علامہ اقبال کی امیدیں وابستہ تھیں۔ اللہ نے اپنی تفریق واضح کر دی ہے۔ اس کے دھڑے کے لوگ ایک جانب اور مخالف دھڑے کے لوگ دوسری جانب آپ کو اپنا دھڑا مبارک لیکن میری نظر میں ان صاحبانِ نظر کے آنسو گھوم رہے ہیں جو بار بار ڈبڈبائی آنکھوں سے آسمان کی جانب صرف انصاف طلب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اللہ اپنے فیصلے نافذ کر دے تو پھر اس زمین پر پناہ نہیں ملا کرتی۔ نشان عبرت بنا دیے جاتے ہیں وہ لوگ جو اس سے عہد کر کے مکر جاتے ہیں۔

مرزا کاشف علی

ملالہ.....قوم کی بیٹی......مگر کس ’’قوم‘‘ کی؟

نوم چومسکی لکھتا ہے کہ جب جھوٹ تواتر اا ور منظّم انداز سے بولا جائے تو سچ کی شاندار عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ ملالہ کے معاملے پر بھی شروع دن سے ایسا ہو رہا ہے۔ ملالہ کو دنیا بھر میں میڈیا نے متعارف کروایا۔ گل مکئی کے نام سے بی بی سی کی ڈائری لکھ کر شہرت حاصل کرنے والی ملالہ پر جب حملہ ہوا تو دن رات ملالہ کی رپورٹس میڈیا پر چلائی گئیں۔ دنیا بھر سے اس کے لیے دعائیں اور نیک خواہشات کے پیغامات آنے لگے۔ ملالہ کو قوم کی بیٹی کا نام دیا گیا۔ وہ خود پاکستان کی وزیر اعظم بننے کی خواہاں ہے، لہٰذا پاکستان میں بھی اس کے لیے مستقبل کی وزیر اعظم بننے کی دعائیں کی جانے لگیں۔ صورتِ حال یہ تھی کہ سابق صدر آصف زرداری اور بے نظیر بھٹو کی بڑی بیٹی بختاور نے بھی ملالہ کو پاکستان کی وزیر اعظم بننے کی حمایت کر دی۔ اسی دوران دنیا بھر کی اہم ترین شخصیات نے ملالہ سے ملاقاتیں کیں، امریکی صدر باراک اوباما اور ملکہ برطانیہ تک نے ملالہ کو ملاقات کے لیے بلوایا۔ دوسری جانب ایسے بہت سے معاملات بھی سامنے آئے جن کے تناظر میں ملالہ اور اس کے باپ کو امریکی ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے خاص طور پر جب ملالہ کی کتاب ’’آئی ایم ملالہ‘‘ سامنے آئی تو اس تاثر کو بھرپور انداز میں تقویت ملی۔

یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ گل مکئی کے نام سے بلاگ لکھنے کا معاملہ بھی کھل کر سامنے آ چکا ہے جس کے مطابق ملالہ صرف فرنٹ فیس تھی اور اس کا لکھنے لکھانے سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ خود ملالہ اپنی متنازعہ کتاب ’’میں ملالہ ہوں‘‘ میں واضح اعتراف کرتی ہے کہ اس کی تقاریر اس کا باپ ضیاء الدین لکھتا تھا اور یقیناً یہ بات واضح ہے کہ ایک دس سالہ لڑکی ایک عالمی سطح کے پلیٹ فارم پر اس قدر صحافتی زبان میں بلاگ نہیں لکھ سکتی۔ حقیقت میں یہ بلاگ بی بی سی کا نامہ نگار عبدالحئی کاکڑ ملالہ کے باپ ضیاء الدین کے ساتھ مل کر تیار کرتا تھا جس کا اعتراف ملالہ نے اپنی کتاب میں مختلف انداز میں کیا ہے۔ اسی جھوٹ کا تسلسل ملالہ کی متنازعہ کتاب (I AM MALALA) ہے جو کہ ملالہ کی بجائے مغربی مصنفہ کرسٹینا لیمب نے ضیاء الدین کے ساتھ کے مل کر تیار کی اور پاکستان اور اسلام کو متنازعہ بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ یہ سب یقیناً کسی لحاظ سے بھی اخلاقیات اور تہذیب کے دائرہ میں نہیں آتے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ وہ پاکستان نہیں جسے پوری دنیا میں ملالہ اور اس کا باپ ضیاء الدین پیش کر رہا ہے۔ یہ وہ پاکستان ہے جس پر یقیناً ہر محبّ وطن پاکستانی کو فخر ہے۔ اب یہاں میڈیا کی ذمہ داری بنتی تھی کہ وہ عوام کو بتائے کہ کتاب میں کیا لکھا ہے۔ یہ امید تھی کہ ملالہ کی کتاب کے تنازعات اپنی سنگینی کی وجہ سے ٹی وی چینلز اور ٹاک شوز کے لیے اہم موضوع ہوں گے مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ ملالہ کی

کتاب کے متنازع پہلو کیا سامنے آئے کہ میڈیا کو سانپ سونگھ گیا اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ٹی وی چینلز نے تو اپنے اوپر تقریباً ایک ایسی خود ساختہ سنسر شپ لگا دی کہ کتاب کے متنازع اقتباسات سے لوگوں کو آگاہ کیا نہ ہی اس مسئلے پر کوئی بات چیت کی۔ ملالہ کو جب طالبان نے نشانہ بنایا تو تمام لوگوں نے ملالہ سے ہمدردی کا اظہار کیا ملک بھر میں ملالہ سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے ہڑتالیں ہوئیں لیکن بہت جلد ایسے معاملات، ویڈیوز اور ثبوت منظر عام پر آئے جنھیں دیکھ کر سارا منظر بدل گیا۔ آج عام پاکستانی کے دل میں ملالہ کے لیے ہمدردی یا محبت کے جذبات کی بجائے نفرت اور حقارت کا جذبہ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی وجہ واضح ہے یہ ملالہ استعماری قوتوں کا وہ مہرہ بن کر سامنے آئی جسے اسلام اور پاکستان کے خلاف استعمال کر کے اس کی زبان سے وہ الفاظ کہلوانا مقصود ہے جو ان کی سوچ کی عکاسی کرتے ہوں۔ CIA ایجنٹ نیویارک ٹائم کے امریکی صحافی ایڈم بی ایلک New York Times Documentary "CLASS DISMISSED" In Swat Valley کی تیاری کے دوران پٹھان کے بھیس میں چھ ماہ تک ملالہ کے خاندان کے ساتھ ان کے گھر سوات میں رہا۔ اس طرح ضیاء الدین نے مغربی ایجنٹ ہونے کے ثبوت کو اور مضبوط کر دیا۔ نوبل ایوارڈ یافتہ ملالہ کی شخصیت اس کی متنازعہ کتاب اور اس کے نظریات کے سبب واضح ہے کہ وہ کیا سوچتی ہے اور کیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ آج تک ملالہ اور اس کے تمام سپورٹرز تعلیم اور امن کے لیے ملالہ کی ایک بھی خدمت کو ثابت نہیں کر سکے۔ حیرت ہے کہ ملالہ کی تقاریر ضیاء الدین لکھتا ہے گل مکئی کے نام سے عبدالحئی کاکڑ بلاگ لکھتا ہے۔ ''آئی ایم ملالہ'' کرسٹینا لیمب لکھتی ہے۔ ''I am Malala'' گلوبل مہم سابق وزیر اعظم برطانیہ گارڈون براؤن چلاتا ہے۔ ملالہ کی انٹرنیشنل برانڈنگ عالمی نمبرون پبلک ریلیشن فرم (Adelman) کرتی ہے۔ اقوام متحدہ اور اقوام عالم کے سربراہان بان کی مون، باراک اوبامہ، ہیلری کلنٹن، انجلینا جولی، میڈونا، بونو سمیت دیگر ملالہ کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے ساتھ مضبوط تعلق اور ایک ہندوستانی کے ساتھ نوبل ایوارڈ ملالہ کی شخصیت اور مغربی ایجنڈے کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملالہ کو پاکستان کے اندر سب برا دکھائی دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پاکستانیوں کو بھی ملالہ کے اندر سب برا دکھائی دیتا ہے۔

متنازع برطانوی صحافی کرسٹینا لیمب کی ملالہ کے نام سے تحریر کردہ اس کتاب میں ایسا بہت سا مواد موجود ہے جو مسلمانوں اور پاکستانیوں کے لیے انتہائی حساس نوعیت کا حامل ہے جو کتاب کو متنازع بنانے کے لیے کافی ہے۔ برطانوی اخبار ''سنڈے ٹائمز'' سے منسلک کرسٹینا لیمب پاکستان دشمنی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے اور پاکستانی سیکورٹی ایجنسی نے اسے OB LADAN جعلی ٹکٹ سکینڈل کی بنا پر پاکستان سے ڈی پورٹ کیا تھا۔ ملالہ کی اس کتاب میں ایسے بہت سے نکات ہیں جو قابلِ بحث اور قابلِ گرفت ہیں۔ جیسا کہ اس نے ملعون سلمان رشدی کی کتاب پر اپنے باپ کے حوالے

سے آزادیٔ رائے کے حق کی بات کیوں کی اور ایسا کرنا کیوں انتہائی غلط ہے اور ملالہ کیوں ملعون سلمان رشدی اور ملعونہ تسلیمہ نسرین کی چھوٹی بہن بننے پر فخر محسوس کرتی ہے۔ملالہ یہودیوں کے اور مغرب کے ڈر سے غزہ فلسطین پر اسرائیل کی سفا کیت، سکولز کی تباہی اور معصوم بچوں کی شہادتوں کے خلاف کیوں کوئی آواز بلند نہیں کرتی۔اسی طرح دوسرے معاملات جن کا ہمارے عقائد اور دین سے تعلق ہے ان کے متعلق اور دیگر متنازع امور پر بات کرنے کی ملالہ کو کیا ضرورت تھی۔آخر ملالہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے سے کیوں گریز کیا۔

دوسری جانب مغرب ملالہ کو اس قدر کیوں نواز رہا ہے عالمی سطح پر تو دور کی بات ملکی یا مقامی سطح پر بھی ملالہ کے کریڈٹ پر ایسا کوئی کارنامہ نہیں جس پر اسے اتنے اعزازات اس کے نام سے ایک عالمی دن اور آسمان کے ستارے کو منسوب کیا جانا یقیناً باعث حیرت ہے۔اب محض آسکر ایوارڈ بچا ہے جو یقیناً ملالہ اور اس کے باپ کا حق ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ بھی جلد ملالہ اور اس کے باپ ضیاء الدین کو مل جائے گا۔ملالہ کی کتاب پڑھ کر یہ بات سمجھ میں آنے لگتی ہے کہ امریکا و یورپ جنھوں نے نام نہاد دہشتگردی کے خلاف جنگ میں عراق، افغانستان اور پاکستان میں لاکھوں مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے، جس میں ہزاروں ملالائیں شامل تھیں۔وہ سوات کی اس ایک ملالہ پر کیوں اتنے مہربان ہوگئے اور اس بچی کو کس مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔امریکہ اور مغرب نے اس طرح اپنا ایک ایسا ایجنٹ تیار کر لیا ہے جس کے منہ سے اسلام اور پاکستان کو لڑکیوں کی تعلیم و حقوق کے نام پر بدنام کر سکے اور بوقت ضرورت اسے سابق وزیر اعظم معین قریشی کی طرح پاکستان اور اس کی بے بس عوام پر مسلط کر سکے۔ڈارلنگ آف دی ویسٹ کے طور پر پہلے تو مغرب نے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور مختاراں مائی کو آنکھ کا تارہ بنایا اور اب ملالہ یوسف زئی ڈارلنگ آف دی ویسٹ ہے۔

پاکستانیوں سمیت دنیا بھر کے مسلمان جس بات پر ملالہ سے خائف ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ملالہ اپنی کتاب میں اللہ، قرآنی آیات اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر شرمندہ نہیں۔ایک مسلمان قاری کتاب پڑھ کر جس بات کا بہت دکھی ہوتا وہ یہ کہ بارہا ملالہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم (Peace Be Upon Him) نہیں لکھا۔غیر مسلموں تک کو Prophet کے ساتھ PBUH لکھتے دیکھا گیا ہے مگر ملالہ نے جو کیا وہ نہ صرف کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی برخلاف ہے۔ہر مسلمان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آنے پر صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہنے پر سخت وعید ہے۔یہاں تک کہ صدر اوباما نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر اپنے پیغامات میں Prophet کے ساتھ PBUH کا ذکر کیا تھا۔ایک طرف ملالہ سانحہ واقعہ کربلا کے متعلق اہلِ بیت کے لیے اہل تشیع کے محبت بھرے جذبات کا تمسخر اڑاتے ہوئے جہالت اور انھیں سودائی قرار دیتے ہوئے فرقہ واریت کو فروغ دیتی ہے تو دوسری طرف پنجابی، پختون، سرائیکی، سندھی، بلوچی اور سواتی جیسے موضوعات پر صوبائیت کو ہوا دیتی ہے۔ملالہ

اپنی کتاب میں دینیات کے مضمون کو اسلامیات میں تبدیل کر دینے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتی ہے اور پاکستان کو اسلام کا قلعہ قرار دینے پر نالاں ہے اور ازلی دشمن انڈیا کو عظیم قرار دیتی ہے۔ اسلام، نظریہ پاکستان، آئین پاکستان، قائداعظم، پاک آرمی اور مذہبی مدارس کے خلاف بھرپور زہر اگلتی ہے۔ یہ معاملات ایک سولہ سالہ بچی کی سمجھ سے بہت بڑے ہیں مگر ملالہ کا نام استعمال کر کے ان معاملات کو اس انداز میں اٹھایا گیا جو عمومی طور پر مسلمانوں کو دکھ پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون کے نفاذ پر اعتراض اٹھانا، کتاب میں ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو پاکستان میں سخت اور غلط استعمال کیے جانے کی بات کرنا اور توہینِ رسالت کی مرتکب سزا یافتہ آسیہ بی بی کے ساتھ زیادتی کا ذکر کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کتاب کی مصنفہ اسلام کے بارے میں مکمل طور پر واقفیت نہیں رکھتی۔ قرآنی آیات مبارکہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ملالہ اپنی کتاب میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دینے کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ مصنفہ شاید نہیں جانتی کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دینے کا قانون کسی انسان کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ ملالہ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اور اس کے والد نے قرآن کو سمجھ کر پڑھا مگر شاید اس کے نام کو استعمال کرنے والے یہ بھول گئے کہ یہی قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی کافر ہیں، وہی ظالم ہیں اور وہی فاسق ہیں۔ ملالہ اپنے باپ ضیاء الدین کے حوالے سے لکھتی ہے کہ قرآن کے الفاظ الہامی ہیں جنھیں تم اپنی مرضی سے تشریح کرنے میں آزاد ہو۔ ملالہ کی قرآن کی تشریح کے بارے میں یہ سوچ اور طالبان کی سوچ خطرناک حد تک مشترکہ ہیں دونوں ہی اپنی مرضی کا اسلام اور اس کی تشریح کر رہے ہیں۔

ملالہ کے ہر دوسرے جملہ میں اس کے والد کا حوالہ اور اس کے خیالات کا اظہار ہے۔ ملالہ کے سرپرست نے ایسے موضوعات کو شامل کروایا جو مسلمانوں اور اسلام مخالف قوتوں کے درمیان تناؤ کا باعث بنتے جا رہے ہیں۔ ملعون سلمان رشدی کی کتاب The Satanic Verses کے حوالے سے آزادی رائے کے حق میں بات کرنا، قادیانیوں کی حمایت کرنا اور یہ کہنا کہ قادیانی اپنے آپ کو تو مسلمان کہتے ہیں جبکہ ہماری حکومت ان کو غیر مسلم سمجھتی ہے، ایسے موضوعات تھے جو مسلمانوں اور اسلام مخالف قوتوں کے درمیان تناؤ کا باعث بنتے ہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں یہ لکھنا کیوں ضروری سمجھا گیا کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں جبکہ ہماری حکومت کہتی ہے کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اجماعِ اُمت کے نتیجے میں پاکستان کے آئین میں متفقہ طور پر قادیانیوں (احمدیوں، لاہوری گروپ وغیرہ) کو غیر مسلم کہا گیا ہے۔ ملالہ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کرے وہ مسلمان کہلائے جانے کا ہرگز مستحق نہیں۔ ملالہ کہتی ہے کہ اس کے والد آزادی رائے کے حق پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ ملالہ کو شاید یہ خبر بھی نہ ہو کہ جو اس نے لکھا یہی تو اسلامی دنیا کا مغرب سے جھگڑا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری مقدس مذہبی

شخصیات اور عقائد کا مذاق نہ اڑایا جائے اور نہ ہی ان کی توہین کی جائے مگر مغرب وہی بات کرتا ہے جو ملالہ نے اپنی کتاب میں کی ہے۔ ملالہ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی اس کے باپ کو گالی دے تو شاید وہ برداشت نہ کر پائے پھر ایک مسلمان جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کرتا ہے وہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین برداشت کر سکتا ہے۔

نظریۂ پاکستان کی نفی کرتے ہوئے ملالہ کہتی ہے کہ میں ایک ایسے ملک سے آئی ہوں جو آدھی رات کو تخلیق ہوا اور جب مجھ پر حملہ ہوا تو وہ دن کا درمیانی حصہ تھا ملالہ نے تخلیق پاکستان کو آدھی رات کے وقت قرار دے کر ایسا تاثر دیا ہے کہ جیسے قیامِ پاکستان کوئی غیر قانونی عمل تھا۔ ملالہ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ بدقسمتی سے اس ملک میں بہت سے معصوم بچے اور شہری ایسے ہیں جو دن دیہاڑے سرعام امریکی ڈرون حملوں اور دہشت گردی کی نذر ہوئے ہیں۔

کتاب میں قائداعظم کے لیے لفظ ''جناح'' کا استعمال کرنا اور انھیں ''شیعہ'' کہنا مصنفہ کی تنگ نظری ظاہری کرتا ہے۔ متنازعہ کتاب کے حوالے سے قائداعظم کی ذات کے بارے میں پاکستان کے حصول کو محض رئیل اسٹیٹ قرار دیتی ہے۔ ملالہ کی کتاب میں قائداعظم محمد علی جناح کا ذکر بار بار آیا ہے اور انھیں صرف جناح لکھا گیا ہے۔ قائداعظم کیوں نہیں لکھا گیا؟ کتاب میں ان کی اہلیہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ قائداعظم کی اہلیہ رتن بائی پارسی تھیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم سے شادی سے پہلے وہ مولانا شاہ احمد نورانی کے چچا مولانا نذیر احمد صدیقی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں اور ان کا نیا نام مریم رکھا گیا۔

ملالہ نظریۂ پاکستان اور قائدِاعظم کے افکار کی نفی کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میں پہلے سواتی، پھر پشتون اور بعد میں پاکستانی ہوں۔ ملالہ اپنی کتاب میں لکھتی ہے کہ سوات کے رہنے والے پاکستان سے الحاق پر خوش نہ تھے۔ ملالہ دوقومی نظریے کی نفی کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ پاکستان اور انڈیا دو بھائیوں کی طرح ہیں۔ مزید لکھتی ہے کہ آج کل کے حالات میں ہم متحدہ ہندوستان میں رہتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کتاب میں ایک جگہ درج ہے ''پاکستان بھارت سے تین جنگیں جیتا نہیں بلکہ ہارا ہے'' کتاب میں ایک جگہ یہ بھی تحریر ہے کہ ''پاکستان کے 50 سالہ جشنِ آزادی کے موقع پر ملالہ کے والد ضیاء یوسف زئی اور ان کے دوستوں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھی تھیں کیونکہ ان کے خیال میں سوات کو پاکستان میں ضم کرنے سے لوگوں کو کچھ حاصل نہیں ہوا''۔ ملالہ اپنی متنازعہ کتاب میں واضح طور پر اعتراف کرتی ہے کہ اس نے اور اس کے باپ نے پاک آرمی سے گیارہ لاکھ روپے وصول پائے جبکہ دونوں باپ بیٹی نے پاک آرمی پر بھرپور تنقید بھی کی۔ لیکن ملالہ نے اپنی کتاب میں وضاحت نہیں کی کہ اسے اور اس کے باپ کو یہ گیارہ لاکھ روپے آرمی نے کس خدمت کے عوض دیے۔ جبکہ یہ واضح ہے کہ ضیاء الدین سوات میں بطور ڈبل ایجنٹ جانا جاتا تھا۔ دونوں باپ بیٹی نے پاک آرمی پر بھرپور تنقید کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کئی مرتبہ آرمی اور شدت پسند ایک جیسے ہی دکھائی دیے۔ پاک فوج کے

Develpoment Projects تنقید کرتے ہوئے اسے Strange Business کا نام دیتی ہے۔ کتاب میں اسامہ بن لادن پر امریکی حملے کے حوالے سے پاکستانی سکیورٹی فورسز اور ایجنسیوں کے خلاف تنقید اور تبصروں کو بھی موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ ایبٹ آباد میں اسامہ بن لادن کی موجودگی کی بات کرتے ہوئے ''کتاب والی ملالہ'' لکھتی ہے کہ ہم یہ یقین نہیں کر سکتے کہ پاکستان آرمی کو اسامہ کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ کتاب والی ملالہ یہ بھی لکھتی ہے کہ ہر کوئی اس بات پر یقین کرتا ہے کہ آئی ایس آئی کو اسامہ کی ایبٹ آباد میں موجودگی کا علم تھا۔ گویا کتاب والی ملالہ نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو امریکہ اور مغرب کے ایجنڈے پر پورا اترتا ہے۔ ملالہ کے خاندان کو شاید یہ احساس ہو گیا ہے کہ ان کے لیے سوات یا پاکستان میں رہنا ممکن نہیں، اس لیے انھوں نے مغرب کے مفادات پورے کرتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی تاکہ مغرب کی ہمدردیاں اور غیر ملکی شہریت حاصل کر سکیں۔ ملالہ سے عمومی طور پر پائی جانے والی ہمدردی کا یہ حال تھا کہ اس کے والد کے بارے میں کچھ متنازع معاملات کو میڈیا تک نے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ جب ملالہ کو حملہ کے بعد باہر بھیجا گیا تو حکومت کی طرف سے میڈیا کو یہ اطلاع دی گئیں کہ اس کے والد ضیاء الدین نے حکومت کو بلیک میل کرتے ہوئے دھمکی دی ہے کہ اگر اسے لندن میں پاکستانی ہائی کمیشن میں نوکری نہیں دی جاتی تو وہ اپنی پوری فیملی کے ساتھ وہاں سیاسی پناہ لے لے گا۔ اس وقت کے صدر آصف علی زرداری اور وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک کے علاوہ دوسرے اور کچھ لوگوں کو بھی پتہ تھا بلکہ ملک صاحب نے یہ بات کچھ لوگوں کو خود بھی بتائی تھی۔ جبکہ ملالہ اور اس کا باپ ضیاء الدین پاکستان کے بطور ایٹمی طاقت ہونے پر بھی نالاں ہیں اور تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے بارے ناپسندیدہ ریمارکس سمیت ایک جگہ ملالہ کا حوالہ دے کر لکھا گیا ہے۔ پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کے بارے میں کتاب والی ملالہ اپنے باپ کا حوالہ دے کر لکھتی ہے کہ اگر ہمارے سیاستدانوں نے ایٹم بم پر اتنا پیسہ خرچ نہ کیا ہوتا تو یہاں بہت سے سکول بن سکتے تھے۔ امریکی صدر اوباما کی طرف سے افغانستان میں اکیس ہزار مزید فوجی بھجوانے کے حوالے سے کتاب والی ملالہ لکھتی ہے کہ امریکہ اب افغانستان سے زیادہ پاکستان کے بارے میں پریشان ہے اور اس کی پریشانی کی وجہ میری جیسی لڑکیاں یا سکول نہیں بلکہ پاکستان کے 200 ایٹم بم ہیں۔ وہ کہتی ہے کہ امریکا اس لیے پریشان ہے کہ ان ایٹم بموں کو کون کنٹرول کرے گا۔

ملالہ اپنے باپ ضیاء الدین کو فالکن کا خطاب دیتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ضیاء الدین نے پاکستان ہائی کمیشن کا سرکاری ملازم ہوتے ہوئے حکومت پاکستان کے مؤقف کے برخلاف اور مغربی ایجنڈے کی تکمیل کرتے ہوئے غدار شکیل آفریدی کی رہائی اور امریکہ حوالگی کا مطالبہ کیا اور عافیہ صدیقی کو دہشت گرد قرار دیا۔ پاکستانی مؤقف کے برخلاف ضیاء الدین نے پاکستان پر ہونے والے امریکی ڈرون حملوں کو بھی جائز قرار دیا اور مغربی مطالبات کو دہرا کر اپنے غدار او

رمغربی ایجنٹ ہونے کا ثبوت دیا۔ضیاء الدین نے غداری کا ثبوت دیتے ہوئے غدار شکیل آفریدی کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی نہ سوچا کہ غدار شکیل آفریدی کی جعلی پولیومہم کی بدولت اس سال پولیو متاثرین کی تعداد 202 ہوگئی ہے اور پاکستان نے ۱۴ سال بعد اپنا ہی ریکارڈ توڑ دیا ہے۔محکمہ صحت کے مطابق ۵۴ ہزار ۶۱۱ والدین نے بچوں کو قطرے پلانے سے انکار کردیا اور پنجاب میں چار ہزار ۴۱۴ خاندانوں نے اپنے بچوں کو پولیوں کے قطرے پلانے سے انکار کیا۔اوراب تک پولیو ٹیموں پر ہونے والے حملے اور ہلاکتوں کے ذمہ دار غدار شکیل آفریدی اوراس کا سرپرست امریکہ ہے اور یقیناً غدار کا ساتھی بھی غدار ہی ہوتا ہے۔ضیاء الدین ایک ایسا غدار جس نے ہر موقع پر مخصوص مفادات کے لیے پاکستان کو بلیک میل کر کے مفادات حاصل کیے اوراپنے مادرِ وطن کو بدنام بھی کیا۔

گزشتہ ماہ جب ملالہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل نے ''ضمیر کے سفیر'' کا ایوارڈ آئرلینڈ کے مشہور گلوکار وموسیقار بونو کے ہاتھوں دلوایا تو ایوارڈ دیتے وقت بونو نے ملالہ سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور کافی دیر اس کا ہاتھ تھامے رکھا۔بونو کے اس طرزِ عمل پر ملالہ گھبرا گئی اور جب اس نے اس کا ذکر شکایتی انداز میں اپنے والد ضیاء یوسف زئی سے کیا تو اس کے والد نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا ''ملالہ میں تمہیں طالبان سے تو بچا سکتا ہوں مگر بونو سے نہیں'' شاید ضیاء یوسف زئی نے ٹھیک ہی کہا تھا کیونکہ ملالہ طالبان سے تو بچ گئی مگر اسلام اور پاکستان دشمنوں سے نہیں بچ سکی۔دنیا کی سب سے بڑی پبلک ریلیشن فرم ایڈلمین (Edelman) اور کرسٹینا لیمب جیسے لوگ ملالہ کو ''گلوبل برانڈ'' میں تبدیل کر کے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر مریم طارق

رشتوں کی پہچان

زندگی کے ہر پہلو کی طرح رشتوں کو بھی سرمایہ داری کے اصول گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ آج تیز رفتار دنیا کے معیار کے مطابق کامیاب وہی ہے جو ہر قدم ''اپنے فائدے'' کو مدِ نظر رکھ کر اٹھائے۔ رشتوں کی بابت بھی معیار دوہرے ہیں حق سب کو ازبر ہیں فرض کسی کو یاد نہیں۔

والد ضروریات اور خواہشات کی قیمت ادا کرنے کے لیے قدرت کی طرف سے دیا گیا بینک ہے۔ ماں ہسپتال کی طرح ہیں جہاں اپنی تکلیف اور پریشانیاں جمع کرا کے سکون اور شفا مل جاتی ہے۔ شادی وہاں ہوں جہاں آنے والی زندگی کے لیے تمام آسائشوں کا سامان میسر ہو۔ دوست ایسے ہوں جو مشکل پڑنے پر کام آسکیں۔ لیکن خود کبھی والد کا سہارا نہ بننا پڑے کیونکہ آج کی مہنگی زندگی میں ایک شخص کے لیے اتنے بڑے خاندان کی کفالت ممکن نہیں۔ والدہ کی خواہش اور مرضی کو اہمیت دینا ضروری نہیں کیونکہ زندگی مَیں نے گزارنی ہے تو مرضی بھی میری ہی ہونی چاہیے۔ جہیز اور مہر اتنا ہو کہ میری زندگی کی سیکورٹی بن سکے اور آج زمانہ ایسا ہے کہ کسی کی مدد کرنا خود مشکل میں پڑنے کے مترادف ہے اس لیے بہتر ہے جو مشکل میں ہے سَو رہے، اپنا سر اوکھلی میں نہیں دینا چاہیے۔

آج کی نسل یہ نہیں جانتی کہ رشتے پتنگ کی ڈور نہیں ہوتے۔ آپ کسی اور کو ڈور تھما کر ''ذرا سنبھالنا میں آیا'' کہہ کر break نہیں لے سکتے، ناپسندیدہ فون کال کی طرح نظر انداز نہیں کیے جاسکتے اور جواب طلب message کو ''seen'' کر کے چھوڑ نہیں سکتے۔ رشتے زندگی کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں اس لیے جب تک زندگی رہتی ہے رشتے قائم رہنے چاہییں کیونکہ رشتے زندگی کے لیے اسی طرح اہم ہوتے جیسے ہوا۔ سانس لینے اور زندہ رہنے کے لیے ہوا لازمی ہے لیکن ہمیں تب تک ہوا کی اہمیت کا ادراک نہیں ہوتا جب تک کہ کمرے میں گھٹن بڑھ نہ جائے اور ہوا، روشنی کی آمد کے لیے کوئی روزن کوئی روشن دان میسر نہ ہو۔ رشتے سچے ہوں تو کٹھن تاریک حالات میں امید کی روشنی دکھاتے ہیں، سہارا بنتے ہیں، کندھوں کا بوجھ نہ بھی بانٹ سکیں، دل کا بوجھ ضرور ہلکا کرتے ہیں۔

رشتے ریشم کی مانند ہیں۔ ریشم انتہائی قیمتی ہوتا ہے اور نازک بھی۔ خواہ کتنا ہی خالص اور خوشنما ریشم ہو، ذرا سی غفلت برتی اور الجھ کر سارے کا سارا بے کار۔ ثابت ہوا رشتوں کے ٹوٹنے کی وجہ خلوص کا ختم ہو جانا نہیں بلکہ احساس اور نگہداشت کا ختم ہو جانا ہے۔

خلوص نہ ہوتو رشتے قائم ہی نہیں ہو سکتے۔لیکن رشتے خواہ کتنے ہی خلوص سے کیوں نہ قائم کیے گئے ہوں اگر روز محبت اور احساس کی خوراک نہ پائیں تو ٹوٹ جاتے ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے اعلیٰ نسل کا پودا زرخیز ترین زمین میں لگایا جائے مگر پھر اسے پانی نہ ملے اور دشمن جڑی بوٹیوں سے بچایا نہ جائے تو پودا مرجھا کر مر ہی جاتا ہے۔اسی طرح رشتے بھی محبت کا احساس نہ دلانے پر گھٹ گھٹ کر مر جاتے ہیں۔اور اگر رشتے انسان کی موت سے پہلے ختم ہو جائیں تو گویا یہ طبعی موت نہیں بلکہ قتل اور خودسوزی ہے۔قتل اس وقت جب دوسرے بھول جائیں اور خودسوزی اس وقت جب انسان اس لیے بھلا دے کہ ”وہ یاد نہیں کرتے تو میں کیوں کروں“۔

اس لیے روزمرہ کے کام نمٹاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے کاموں سے اپنے پیاروں کو اس بات کا احساس دلاتے رہیں کہ وہ آپ کو بہت پیارے ہیں، آپ اپنی مصروفیات کے باوجود ان کی مشکلات سے انجان اور ناواقف نہیں۔اگر آپ ہاتھ بڑھا کر انکے لیے کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے الفاظ سے ”حرف تسلی“ والا کام لیں۔الفاظ کے دانت نہیں ہوتے مگر یہ کاٹ لیتے ہیں۔مشکل میں پھنسے انسان کو آپ کے طعنے اور بلاضرورت مشورے تکلیف میں اضافے کے علاوہ کچھ نہیں دیتے۔الفاظ اسفنج کی طرح بھی ہو سکتے ہیں جو تکلیف اور درد کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں، مرہم کی طرح ہوتے ہیں جو زخم کو بگڑ کر ناسور بننے سے بچا لیتے ہیں۔لہٰذا زخم پر نمک نہ چھڑکیں بلکہ مرہم رکھیں۔

بہت اہم رشتے کو چھوٹی سی غلط فہمی ویسے ہی نقصان پہنچاتی ہے جیسے انسان کے بہت مضبوط جسم کو چٹکی بھر زہر مار دیتا ہے۔اس لیے رشتوں میں انا کی دیواریں کھڑی نہ کریں۔اپنی غلطی مان کر معافی مانگ لینی چاہیے کیونکہ تکرار میں ہار مان لینے والے رشتے نبھانے کے مقابلوں میں سرخرو ہو جاتے ہیں۔

جیہڑے لو کی جُھک جاندے نے　　　درد اوہناں دے مک جاندے نے
لالچ کدے نئیں مکدا یارو!　　　دانے آخر مک جاندے نے

مولانا محمد عابد مدنی
(استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان)

خطبۂ صدارت، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ

بموقع اجلاس تاسیسی مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

پس منظر:

برطانیہ نے بیسویں صدی کے شروع میں خلافت عثمانیہ ترکی کو کمزور اور پھر ختم کرنے کی خوفناک سازشیں شروع کردی تھیں، جب اس کے آثارِ بد ظاہر ہونا شروع ہوئے تو متحدہ ہندوستان میں خلافت کی حمایت میں تحریکِ خلافت اور اس کو مؤثر بنانے کے لیے انگریزوں کے خلاف تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جون ۱۹۲۰ء میں جب مالٹا کی اسارت سے رہا ہوکر ہندوستان پہنچے تو آپ نے اس تحریک کی حمایت میں فتویٰ دیا، انہی ایام میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر خلافت کمیٹی نے آپ کو ”شیخ الہند“ کا خطاب دیا۔

سرسید احمد خان کی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اس وقت انگریزوں کی مکمل حمایت میں تھی، مگر اسی یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ہمنواؤں کی قیادت میں ایک طبقہ انگریز کی غلامی سے بیزار تھا، اس نے تحریکِ خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی اعلیٰ قیادت سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے فتوی کی بنیاد پر تحریکِ ترکِ موالات کی حمایت کا مطالبہ کیا مگر یونیورسٹی کی انتظامیہ نے اس کا انکار کردیا، یہ اختلاف یہاں تک بڑھا کہ مولانا جوہر کی قیادت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس انگریز دشمن طبقہ نے انگریز کے اثرات سے پاک متوازی طور پر ”مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ“ کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے تاسیسی اجلاس کی صدارت کے لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی۔ آپ نے باوجود علالت ونقاہت کے یہ کہہ کر دعوت قبول فرمائی کہ ”اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسے میں ضرور شریک ہوں گا“ چنانچہ آپ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ تشریف لے گئے اور صدارت فرمائی۔ خطبۂ صدارت آپ کی طرف سے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد علی گڑھ سے دہلی تشریف لے گئے اور ایک ماہ بعد دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون واضح ہو کہ اس نئی ”مسلم نیشنل یونیورسٹی“ کے چانسلر حکیم محمد اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ اور وائس چانسلر مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ بنائے گئے، بعد میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا نام ”جامعہ ملیہ اسلامیہ“ تجویز کیا۔ اور پھر یہ اسی نام ہی سے معروف ومشہور ہوئی۔ اسی مناسبت سے بہت سے مقامات پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ذیل کے خطبۂ صدارت کی نسبت جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاسیس کی طرف کردی گئی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں یہ نئی یونیورسٹی، علی گڑھ سے دہلی منتقل ہوگئی۔

یہ تفصیل ہم نے اس لیے ذکر کی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کا نام آتے ہی ذہن فوراً سرسید کی قائم کردہ یونیورسٹی کی جانب جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی میزبان یہی سرسید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھی، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تو سرسید یونیورسٹی کے باغیوں کی سرپرستی اور ان کی نئی یونیورسٹی کی تاسیس کے لیے گئے تھے اور یہی لوگ حضرت کے میزبان تھے، لیکن بہرحال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس نئی مسلم نیشنل یونیورسٹی میں مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ جو طبقہ تھا وہ بھی اصلاً سرسید یونیورسٹی علی گڑھ ہی سے تھا، اس لیے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جذبۂ حریت وسیاستِ شرعیہ کے اعتبار سے دیوبند اور علی گڑھ میں سیاسی قبلہ کی وحدت پیدا کردی تھی، جس کے نتیجہ میں جدید طبقہ کی ایک بڑی تعداد نے تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور علماء کے قرب کی وجہ سے بہت سے ”مسٹر“ ”مولانا“ بن گئے۔ تفصیل علماء حق جلد اول اور نقشِ حیات جلد دوم کے آخر میں ملاحظہ کریں۔ یہ خطبۂ صدارت علمائے حق جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۳ پر ہے۔ واضح رہے کہ کتاب ”علمائے ہند کا شاندار ماضی“ کی پانچویں وچھٹی جلد ہی ”علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے حصہ اول ودوم“ کے نام سے معروف ہے۔ قارئین محسوس کریں گے کہ آج تقریباً ایک صدی بعد بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات مخلصین کے لیے رہبر وراہنما ہیں کہ باطل کی سرکوبی اور حق کی سربلندی کے لیے اخلاص وتقویٰ کے ساتھ اجتماعیت، شجاعت وحکمت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

محمد عابد عفی عنہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

حامدا و مصلیاً اما بعد! جلسوں کی عام روش کا اقتضا یہ ہے کہ میں سب سے پہلے اس عزت صدارت پر، جو ایک نہایت ہی سرفروشانہ ایثار وشجاعانہ جد وجہد کرنے والی جماعت کی طرف سے مجھ کو مرحمت ہوئی ہے، شکر گزاری اور منت پذیری کا اظہار کروں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ شکریہ چند وقیع اور شاندار الفاظ سے ادا نہیں ہوسکتا اور نہ مجھ کو محض رسمی اور مصنوعی ممنونیت کی نمائش اس بھاری ذمہ داری کے بوجھ سے سبکدوش کر سکتی ہے جو فی الحقیقت آپ نے اس عزت افزائی کے ضمن میں مجھ پر عائد کی ہے۔ دو چار پھڑکتے ہوئے جملے بلاشبہ عارضی طور پر مجلس کو محظوظ کر سکتے ہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میری قوم اس وقت فصاحت و بلاغت کی بھوکی نہیں ہے اور نہ اس قسم کی عارضی مسرتوں سے اس کے درد کا اصلی درمان ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے ضرورت ہے ایک قائم ودائم جوش کی، نہایت صابرانہ ثباتِ قدم کی، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریقِ عمل کی اور اپنے نفس پر پورا قابو پانے کی۔ غرض ایک پختہ کار بلند خیال اور ذی ہوش محمدی بننے کی۔

میں ہرگز آپ کے لیکچراروں اور فصیح اللسان تقریر کرنے والوں کی تحقیر نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو چیز سوئے ہوئے دلوں کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اور زمانہ کی ''ہوا'' میں اول تموّج پیدا کرتی ہے وہ یہی دعوت حق کا غلغلہ ڈالنے والی زبان ہے۔ ہاں اس قدر گزارش کرتا ہوں کہ تاوقتیکہ متکلم اور مخاطب کے دل میں سعی جمیلہ کا سچا جذبہ، اس کے اخلاق میں شجاعانہ استقامت وایثار، اس کے جوارح میں قوت عمل، اس کے ارادوں میں پختگی اور چستی نہ ہو، محض گرمجوش تقریریں کسی ایسے کٹھن اور بلند پایہ مقصد میں آپ کو کامیاب نہیں کرسکتیں۔

وَ کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادٍ وَ دُوْنَھَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَھُنَّ حُتُوْفُ

اے حضرات! آپ خوب جانتے ہیں کہ جس وادی پُر خار کو آپ برہنہ پا ہو کر قطع کرنا چاہتے ہیں وہ مشکلات اور تکالیف کا جنگل ہے، قدم قدم پر وہاں صعوبتوں کا سامنا ہے، طرح طرح کی بدنی، مالی اور جاہی مکروہات آپ کے دامنِ استقلال کو الجھانا چاہتے ہیں لیکن حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ کے قائل کو اگر آپ خدا کا سچا رسول مانتے ہیں (اور ضرور مانتے ہیں) تو یقین رکھیے! کہ جس صحرائے پُر خار میں آپ گامزن ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ پر جنت کا دروازہ بہت ہی نزدیک ہے۔

کامیابی کا آفتاب ہمیشہ مصائب وآلام کی گھٹاؤں کو پھاڑ کر نکلا ہے اور اعلیٰ تمناؤں کا چہرہ سخت سے سخت صعوبتوں کے جھرمٹ میں سے دکھائی دیا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَسَّتْھُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ (سورۃ البقرہ: ۲۱۴)

کیا تم کو خیال ہے کہ تم جنت میں جا گھسو گے اور تمہیں اس طرح کے حالات پیش نہ آئیں گے جو کہ تم سے پہلے لوگوں کو

پیش آئے؟ ان کو سختیاں اور اذیتیں پہنچیں اور وہ اس قدر جھڑ جھڑائے گئے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھ مومنین بول اٹھے کہ خدا کی مدد کہاں ہے؟ یاد رکھو کہ خدا کی مدد نزدیک ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ (سورة آل عمران : ۱۴۲)

کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے بدوں (بغیر) اس کے کہ اللہ جانچ کرے تم میں سے مجاہدین اور صابرین کی؟

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے

الٓمّٓ o اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا آمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ o وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِيْنَ (سورۃ العنکبوت: ۱۔۳)

کیا لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ محض آمنّا کہنے پر وہ چھوڑ دیے جائیں گے؟ حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی آزمائش کی ہے۔ تو ضرور ہے کہ اللہ پرکھے گا سچے اور جھوٹے لوگوں کو۔

یہ حق تعالیٰ جل شانہ کی سنت مستمرہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی وتغیر کو راہ نہیں۔ کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستے پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان و آزمائش کی کسوٹی پر نہ کسا گیا ہو۔ خدا کے برگزیدہ اور اولوالعزم پیغمبر جن سے زیادہ خدا کا پیارا کسی پر نہیں ہوسکتا، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔ بیشک ان کو مظفر ومنصور کیا گیا، مگر کب؟ سخت ابتلا اور زلزال شدید کے بعد۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ:

حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَ هُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (سورۃ یوسف: ۱۱۰)

پس اے فرزندانِ توحید! میں چاہتا ہوں کہ آپ انبیاء و مرسلین اور ان کے وارثوں کے راستہ پر چلیں اور جو لڑائی اس وقت شیطان کی ذریت اور خدائے قدوس کے لشکروں میں ہو رہی ہے اس میں ہمت نہ ہاریں اور یاد رکھیں کہ شیطان کے مضبوط سے مضبوط آہنی قلعے خداوند قدیر کی امداد کے سامنے تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطَانِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا (سورۃ نساء: ۷۶)

ایماندار تو خدا کے راستے میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کے راستہ میں پس تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو بلاشبہ شیطان کی فریب کاری محض لچر پوچ ہے۔

میں نے اس پیرانہ سال اور علالت ونقاہت کی حالت میں (جس کو آپ خود مشاہدہ فرمارہے ہیں) آپ کی

دعوت پر اس لیے لبیک کہا کہ میں اپنی ایک گم شدہ متاع (1) کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں، بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا! اٹھو اور اس امتِ مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ، ان کے دلوں پر خوف وہراس مسلط ہو جاتا ہے خدا کا نہیں، بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا۔

حالانکہ ان کو تو سب سے زیادہ جاننا چاہیے تھا کہ خوف کھانے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو وہ خدا کا غضب اور اس کا قاہرانہ انتقام ہے اور دنیا کی متاعِ قلیل خدا کی رحمتوں اور اس کے انعامات کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی، چنانچہ اس قسم کے مضمون کی طرف حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں ارشاد فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً وَّ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَّ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا o اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ o

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کی جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو یکا یک ان میں ایک فریق ڈرنے لگا، آدمیوں سے، خدا کے برابر یا اس سے بھی زیادہ۔ اور کہنے لگا کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا اور کیوں تھوڑی مدت ہم کو اور مہلت نہ دی؟ کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لیے بہتر ہے، جس نے تقویٰ اختیار کیا اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جہاں کہیں بھی تم ہو موت تم کو آ دبائے گی، اگرچہ تم نہایت مستحکم قلعوں میں ہو۔

اے نونہالانِ وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غمخوار (جس سے میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں) مدرسوں، خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ (2) ہیں تو میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اسی طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں (دیوبند اور علی گڑھ) کا رشتہ جوڑا، کچھ بعید نہیں کہ بہت سے نیک نیت بزرگ میرے اس سفر پر نکتہ چینی کریں اور مجھ کو اپنے مرحوم بزرگوں کے مسلک سے منحرف بتائیں،

(1) حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ”گم شدہ متاع“ سے مراد شجاعت وجذبہ حریت اور سیاسی شعور کی بیداری تھی، دراصل آپ رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں میں خصوصاً صلحاء وعلماء میں اعمال صالحہ کے ساتھ جذبۂ حریت کی سرشاری بھی دیکھنا چاہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (م،ع)

(2) اس لیے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی ”علی برادران“ کی قیادت میں تحریکِ خلافت میں جانثاری ملاحظہ فرمائی تھی۔ غمخوار سے مراد نونہالانِ قوم ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا عمومی رجحان یہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو مدارسِ اسلامیہ میں کم اور سکولوں کالجوں میں زیادہ داخل کراتے ہیں غالباً اس لیے یہ فرمایا۔

لیکن اہل نظر سمجھتے ہیں کہ جس قدر میں بظاہر علی گڑھ کی طرف آیا ہوں اس سے کہیں زیادہ علی گڑھ (3) میری طرف آیا ہے۔

دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند
ساکنانِ حرم سرِّ عفافِ ملکوت بامنِ راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند
شکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، ہاں یہ بے شک کہا گیا کہ اگر انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا ''حکومتِ وقتیہ'' کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لیے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔ اب از راہِ نوازش آپ ہی انصاف کیجیے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثرِ بد سے۔ اور کیا یہ وہی بات نہیں جس کو آج مسٹر گاندھی اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ ''ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھی، صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہو''۔ باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری قوم کے نوجوانوں کو توفیق دی ہے کہ وہ اپنے نفع وضرر کا موازنہ کریں اور دودھ میں جو زہر ملا ہوا ہے اس کو کسی ''بھپکے'' کے ذریعہ سے علیحدہ کر لیں۔ آج ہم وہی بھپکا نصب کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور آپ نے مجھ سے پہلے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ ''بھپکا'' مسلم نیشنل یونیورسٹی ہے۔

مطلق تعلیم کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت اب میری قوم کو نہ رہی کیونکہ زمانے نے خوب بتلا دیا ہے کہ تعلیم سے ہی بلند خیالی اور تدبر اور ہوش مندی کے پودے نشو ونما پاتے ہیں اور اس کی روشنی میں آدمی نجاح وفلاح کے راستے پر چل سکتا ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ وہ تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے بالکل آزاد ہو کیا باعتبار عقائد وخیالات کے اور کیا باعتبار اخلاق واعمال کے اور کیا باعتبار اوضاع واطوار کے، (ان سب میں) ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔

ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں پر غلام پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہییں بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں اور ان عظیم الشان مدارس کے جنہوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے بیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ بغداد میں جب مدرسۂ نظامیہ کی بنیاد ایک اسلامی حکومت کے ہاتھوں رکھی گئی ہے تو اس دن علماء نے جمع ہو کر علم کا ماتم کیا تھا، کہ افسوس آج سے علم حکومت کے عہدے اور منصب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے گا

(3) اس لیے کہ علی گڑھ کے ان لوگوں نے انگریز کے تسلط سے آزاد یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور تحریکِ ترکِ موالات میں حصہ لیا

............تو کیا آپ ایک ایسی یونیورسٹی (4) سے فلاح قومی کی امید رکھ سکتے ہیں جس کی امداد اور نظام میں بڑا زبردست ہاتھ ایک غیر اسلامی حکومت کا ہو۔

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی درسگاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو، اگر طلبہ اپنے اصول وفروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنے ہم قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ پر رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے اس لیے اعلان کیا گیا ہے کہ ایک آزاد یونیورسٹی (5) کا افتتاح کیا جائے گا جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کے اثر سے بالکل علیحدہ اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔

مجھے ان لیڈروں سے زیادہ ان نونہالانِ وطن کی ہمتِ بلند پر آفرین اور شاباش کہنا چاہیے جنہوں نے اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنی ہزاروں امیدوں پر پانی پھیر دیا اور باوجود ہر قسم کے طمع اور خوف کے وہ "موالات نصاریٰ کے ترک" پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے اور اپنی عزیز زندگیوں کو ملت اور قوم کے نام پر وقف کردیا۔

شاید ترک موالات کے ذکر پر آپ اس مسئلہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوجائیں اور ان عامۃ الورود سوالات اور شبہات کے دلدل میں پھنسنے لگیں جو اس بہت ہی اہم واعظم مسئلے کے متعلق آج کل عموماً زبان زد ہیں، اس لیے میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ آپ تھوڑا سا وقت مجھ کو اس تحریر کے سنانے کے لیے عنایت فرمائیں جو میں نے بعض مسائل دریافت کیے جانے پر دیوبند سے تیار کر کے بھیجی تھی (6)۔

اب میری یہ التجا ہے کہ آپ سب حضرات بارگاہ رب العزت میں نہایت صدق دل سے دعا کریں کہ وہ ہماری قوم کو رسوا نہ کرے اور ہم کو کافروں کو تختۂ مشق نہ بنائے اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرمائیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین و صلی اللّٰہ علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین

آپ کا خیر اندیش

محمود عفی عنہ

۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۰ء

---

(4) یہ اشارہ ہے سرسید یونیورسٹی علی گڑھ کی طرف۔ (5) مراد مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ہے، جو بعد میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تبدیل ہوگئی۔

(6) تحریک ترکِ موالات کے متعلق حضرت اقدس شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نقشِ حیات صفحہ ۶۷۴ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ جس کی تائید بعد میں پانچ سو علماء نے فرمائی تھی۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی شرعی حیثیت

حضور خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریفیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بہت سی آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جگہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلی کتابوں میں (تورات وانجیل میں) ان کی ثناء اور صفت ذکر کی گئی تھی۔

سورۃ الحشر میں مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعض خصائلِ حمیدہ پر روشنی ڈالنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جو ان کے بعد آئے گا یا آئیں گے (تابعین اور ان کے بعد والے لوگ) ان کی توصیف اور تعریف میں ان کا یہ قول بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

ترجمہ: ''اے ہمارے پروردگار ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو کہ ہم سے پہلے ایمان لائے تھے مہاجرین اور انصار (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ان کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے متعلق کسی قسم کا کوئی کینہ نہ کر، اے پروردگار تو بہت محبت اور مہربانی کرنے والا ہے۔ (الحشر)

ظاہر ہے کہ جب یہ قولی صفت بطور ثناء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قیامت تک کے آنے والوں کے لیے ذکر کی گئی ہے اور اس انداز سے کہ اس سے نہ صرف اس قسم کی پسندیدگی ہی معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کا حکم بھی مکانی، زمانی، انفرادی اور اجتماعی قیود وغیرہ سے بالاتر ہو کر ٹپکتا ہے تو بعد کے آنے والے مسلمانوں پر اس قول کا کہنا پبلک مقامات، عام مناسب مقامات پر بھی شرعاً مطلوب ہوگا۔

احادیثِ صحیحہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ثناء وصفت، ان سے محبت رکھنے کی تاکید، ان کی شان میں گستاخی کی مذمت، ان کی تابعداری کرنے کا حکم، ان کا ذکر بالخیر کرنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے۔

اسی بناء پر مسلمانوں کے اجتماعاتِ عامہ، عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں لیکچر دیتے ہوئے، خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی ثناء وصفت کرنی نہ صرف مستحب قرار دی گئی (دیکھو درِّ مختار، شامی، عالمگیری وغیرہ) بلکہ حسب تصریح امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز (مکتوبات امام ربانی ج:۲،ص:۱۵) اس کو شعارِ اہل سنت والجماعت بھی قرار دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے لیکن اہلِ سنت کے شعار میں سے ہے، کوئی اپنے ارادے اور سرکشی سے اس کو نہیں چھوڑتا مگر وہ شخص جس کا دل بیمار ہو اور اس کا باطن خبیث ہو اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عناد سے ترک نہ کیا ہو تو وعید: ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْلٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (جس نے کسی قوم کی شباہت اختیار کی

وہ ان میں سے ہے) کا کیا جواب کہا جائے گا؟ اس قسم کا بد بودار پھول ابتدائے اسلام سے اس وقت تک ہندوستان میں کھلنا معلوم نہیں ہوتا لیکن نزدیک ہے کہ اس معاملہ سے تمام شہر مہتم ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان سے یہ امر اٹھ جائے اس قسم کے واقعات سے تغافل برتنا مبتدعین کو دلیر بنانا اور رخنہ دین میں پیدا کرنا ہے''۔

اور چونکہ شعار کا اظہار اور اعلان ہر زمانے اور ہر جگہ میں ضروری ہے بنا بریں اس کا اعلان ہر جگہ ضروری ہوگا۔

منہاج السنۃ میں ہے:

''**ان المسلمین والکفار اذا کان لھو لاء شعار وجب اظہار شعار الاسلام فی کل زمان وفی کل مکان**'' مسلمانوں اور کافروں کے جبکہ علیحدہ علیحدہ شعار ہوں تو مسلمانوں کے شعار کا ہر زمانہ اور ہر مکان میں ظاہر کرنا واجب ہے۔

علاوہ ازیں جس جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ صرف بدظنی پھیلائی جاتی ہو غلط اور جھوٹے اہانت آمیز واقعات منسوب کیے جاتے ہوں اور عوام کا سننا اور شریک ہونا ممکن اور غلطی میں پڑنا ہو تو ان کی اصلاح اور تحفظ عقائد کے لیے ایسی مجالس کا منعقدہ کرنا جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح واقعات ذکر کیے جاتے ہوں اور ان کی ثناء وصفت کی جاتی ہو واجب ہے۔

بالخصوص جبکہ دوسری قومیں اور حکومت غیر مسلمہ اس کو جرم قرار دینے لگے اس وقت اس کا وجوب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

دنیا کا مسلّمہ اصول یہ ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدایان دین اور اکابر ملت کے کارناموں، ان کی تعلیمات اور ان کے واقعاتِ زندگی سے متاثر ہوتی ہے، مسلمانوں کے لیے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات خلفائے راشدین کے کارنامے، ان کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی سرچشمہ ہدایات ہیں اور نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام انسانی دنیا کے لیے ان کے کارناموں کی کھلی ہوئی صاف اور ستھری روشنی موجود ہے۔

نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ صحابہ کے کارناموں اور اخلاق واعمال سے واقف ہو اور چونکہ مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں اس لیے ان پر اور بھی لازم ہے کہ ساری نوعِ انسانی کو ان باتوں سے واقف کریں اور ہر بستی میں عام جلسوں اور جلوسوں وغیرہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بتائیں کہ ان بزرگوں نے دنیا میں کیا کارنامے بطور یادگار چھوڑے ہیں۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے کس طرح متاثر ہوئے اور اہلِ عالم کو مذہب، اخلاق، تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات وغیرہ تمام شعبہ ہائے زندگی وآخرت کے کیسے کیسے عمدہ اور مفید اسباق سکھائے۔

☆......☆......☆

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

ذکر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم در خطبۂ جمعہ

مخدوم العلماء حضرت علامہ عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ سبق ایک دن فرمایا کہ میں نے دشمنانِ صحابہ کو دلائل کے ساتھ ہر مناظرہ میں شکست دی ہے۔ گوجرہ کا مشہور مناظر اسمٰعیل گوجروی کہیں بھی میرے سامنے ٹھہر نہ پایا۔ فرمایا ایک دن مجھے اس کی طرف سے ایک بات پہنچی کہ تونسوی کہتا ہے نبی کی چار بیٹیاں ہیں جب کہ جمعہ پڑھاتے ہوئے علی الاعلان ایک ہی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر شریف کرتا ہے۔ اگر دوسری تین بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹیاں ہوتیں تو ان کا نام خطبے میں کیوں نہ لیتا۔ اسی طرح امیر معاویہ کی تعریف کرتا پھرتا ہے مگر اپنے خطبے میں نبی پاک کے چچگان حمزہ اور عباس کا نام علی الاعلان لیتا ہے۔ امیر معاویہ کا ذکر کبھی نہیں کرتا۔ حضرت تونسوی نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں کا ذکر شریف منکرین صحابہ کی ہر معروف کتاب میں موجود ہے تاہم مناظر کا یہ چیلنج میں نے منظور کر لیا۔ فوراً قلم کاغذ اٹھایا اور جمعہ اور عیدین کے لیے دو خطبے تیار کیے۔ جن میں چاروں بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا معاویہ و سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر خیر بھی کر دیا۔

یہ اگست ۱۹۸۰ء رمضان المبارک کی بات ہے جب راقم سطور ان سے اور سید نور الحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے مناظرہ پڑھنے مسجد تنظیم اہلِ سنت میں حاضر ہوا تھا۔ مخدوم العلماء حضرت تونسویؒ نے زور دے کر فرمایا کہ علمائے اہل سنت کو خطبہ جمعہ میں بنات طیبات اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کا نام ضرور لانا چاہیے، ورنہ روافض کا مذکور بالا اعتراض دور نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا میں تو جہاں کہیں تقریر اور خطاب کے لیے بلایا جاتا ہوں اپنا ترتیب دیا ہوا یہ خطبہ ہمراہ لے کر جاتا ہوں اور علمائے اہل سنت کو اسے ہر جمعہ پڑھنے کی تاکید کرتا ہوں۔

سبائی فتنہ کے آغاز میں تَوَلّائے آل رسول کے پردے میں خلفائے ثلٰثہ پر تبرا شروع ہوا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر قاتلینِ عثمان کی اکثریت نے حضرت علیؓ کی بیعت کر لی۔ دیگر اکابر اصحاب رسول مثلاً حضرت طلحہ، حضرت زبیر بن عوام اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلینِ عثمان سے فوراً قصاص لینا چاہتے تھے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے تمکین خلافت اور اپنے ہاتھ پر بیعت کے خواہشمند تھے۔ اسی میں آپ کے اختلاف پیدا ہوئے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کے حادثات پیش آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں نے تحکیم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت شروع کر دی اور اب وہ خوارج کہلائے۔

پہلا گروپ حضرت علی کو اَحق بالخلافت قرار دیتا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، حضرت عثمان کو غاصب قرار دیتا تھا۔ جب کہ ان کا دوسرا گروپ خوارج سیدنا علی اور حضرات حسنین کریمین کو کافر قرار دینے لگا (نعوذ باللہ) اصل حقیقت یہ

تھی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ نے شام وروم اور ایران جیسی سپر طاقتوں کو فتح کر کے اسلام کے زیرنگیں کر لیا تھا۔ یہودیوں کو مدینہ اور حجاز مقدس سے نکال دیا گیا تھا۔ یہود ونصاریٰ اور مجوسی (ایرانی) انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ ان کو ایک یہودن زادہ عبداللہ بن سبا (ابن سودا) ہاتھ لگ گیا اور اس شیطانی مثلث نے اسلام کے اندر گھس کر وار کرنے شروع کر دیئے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ان سازشوں میں جہاں خلفائے ثلاثہ نشانہ تھے وہاں دوسری طرف حضرت علی، حضرت حسنین اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کو نشانہ بنایا گیا ان احوال میں علمائے اسلام نے روافض اور خوارج دونوں کے توڑ کے لیے خطبہ جمعہ میں خلفائے اربعہ، سیدنا حمزہ، سیدنا عباس، حسنین کریمین اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم کے ذکر کو خطبہ جمعہ میں ضروری قرار دے دیا۔ قرآن اور رسول، کلمہ شہادت سے لے کر حج اور قتال فی سبیل اللہ تک اسلام کے عینی گواہ اور اصل الاوّل حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کو درمیان سے نکال دیں تو اسلام اور ایمان کی ہر روایت منقطع ہو جاتی ہے۔ باقی کچھ بچتا ہی نہیں اور یہی اعدائے اسلام کا مقصود ہے۔ خلفائے اسلام سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم پر تنقید وجرح تو بہانہ ہے۔ سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات اور دین اسلام اصل نشانہ ہے۔ انھی سازشوں کے خلاف علمائے اسلام ہر دور میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ مسلک اہل سنت کی حفاظت کے لیے اسمائے صحابہ کو خطبات جمعہ میں شامل کیا گیا۔ اللہ کریم علمائے اسلام کو پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک مطبوعہ خطبہ ۱۲۹۱ھ موجود ہے۔ جس میں ازواج مطہرات سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ اُمّ حبیبہ، خلفائے صحابہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے نام موجود ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھے حضرات کے نام بھی ہیں۔ چاروں بناتِ طیبات کے علاوہ چاروں اسباطِ نبی حضرت علی بن ابی العاص، حضرت عبداللہ بن عثمان اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے مبارک ومتبرک اسمائے گرامی بھی درج ہیں۔ ابن امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۱۳۸۵ھ میں خطبات جمعہ وعیدین طبع کرائے جن میں مذکورہ بالا عظیم اصحاب رسول کے ساتھ ان مبارک ہستیوں کا ذکر خیر آ گیا ہے۔ (بحوالہ نقیب ختم نبوت جون ۲۰۱۴ء)

دور حاضر کے ایک عظیم فقیہ ومحدث اور مجتہد بانی جامعۃ الرشید کراچی حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب احسن الفتاویٰ میں فرمایا ہے۔ سابق زمانہ میں روافض وخوارج کی تردید کے لیے انھی صحابہ کا ذکر کافی تھا جو مطبوعہ خطبوں میں مذکور ہیں۔ جدید دور میں ایک ایسی جماعت کا ظہور جدید فتنہ ہے۔ جو اہل سنت ہونے کی مدعی ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے عقیدت کی مدعی ہے، مگر ان کے قلوب بغض صحابہ سے مسموم ہیں۔ حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے متعلق ان کے قلوب کی نجاست ان کی زبان وقلم سے مسلسل ابل رہی ہے۔ یہ لوگ اہل سنت سے خارج

ہیں۔ الحاد میں روافض ہی کی راہ چل رہے ہیں نیز روافض کو حضرت فاطمہ کے سوا تینوں بنات مکرمات رضی اللہ عنہن سے بھی بغض ہے اس لیے ان فتنوں کی تردید کے پیشِ نظر خطبہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنات مکرمات رضی اللہ عنہن کے مناقب وفضائل کا ذکر اور ان کے لیے دعائے ترضی کا معمول بنانا چاہیے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے محولہ بالا خطبہ جمعہ کے مطابق عشرہ مبشرہ، بنات اربعہ، ازواج نبی اور اسباط نبی حضرت علی زینبی ابن ابی العاص، حضرت عبداللہ بن عثمان اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے نام خطبہ جمعہ وعیدین میں شامل کر کے بہت سے فتنوں کا رد باآسانی کیا جاسکتا ہے۔ کم از کم وہ خطبہ جو امام اہل سنت علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید امام المناظرین حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ نے ترتیب دے کر طبع کروایا اور وہ نہایت لجاجت سے ائمہ وخطبائے اسلام کو اسے پڑھنے کی تلقین اور تاکید کیا کرتے تھے اس کو ہی خطبہ جمعہ کے لیے منتخب کر لیا جائے۔

خطبہ جمعہ از امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

پہلا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ. وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ o يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ o تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ o يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَی ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ م بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ o (سورۃ الصّف، پارہ ۲۸)

بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ o وَ نَفَعَنَا وَ اِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ o اِنَّهٗ تَعَالٰی جَوَّادٌ كَرِيْمٌ وَ رَبٌّ رَّؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ. صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ. وَ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَ هَزَمَ

اَلْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَ لَا مَعْصُوْمَ بَعْدَهُ الَّذِیْ قَالَ فِیْ خُطْبَةِ حَجَّتِهٖ الْاَخِیْرَه. اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ کِتَابُ اللّٰهِ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ. وَ عَلٰی آلِهٖ اَهْلِ بَیْتِهٖ الْمُطَهَّرَاتِ الْمُکَرَّمَاتِ الْبَرَرَه. خُصُوْصاً عَلٰی خَدِیْجَةَ وَ عَائِشَةَ وَ حَفْصَةَ وَ اُمِّ حَبِیْبَهْ. وَ عَلٰی خُلَفَائِهِ السِتَّةِ مِنَ الصَّحَابَةِ اَبِی بَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ وَالْحَسَنِ وَ مُعَاوِیَه. و عَلَی السِّتَّةِ الْبَاقِیَةِ مِن الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرةِ سَعْدٍ وَّ سَعِیْدٍ وَّ الطَّلْحَةَ وَالزُّبَیْرَ وَابنِ عَوْفٍ وَّاَبِی عُبَیْدَه. وَ عَلٰی عَمَّیْهِ الْمُکَرَّمَیْنِ الْعَبَّاسِ وَ اَسَدِ اللّٰهِ و اَسَدِ رَسُوْلِهٖ سَیِّدِ الشُّهَدَاءِ حَمْزَه. وَ عَلٰی بَنَاتِهٖ زَیْنَبَ وَ رُقَیَّةَ وَ اُمِّ کُلْثُوْمٍ وَّ فَاطِمَه. وَ عَلٰی اَسْبَاطِهٖ عَلِیِّ نِ الزَّیْنَبِیِّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رُقَیَّةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ ابْنَیْ فَاطِمَه. رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ وَ عَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَةِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیامَه.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ. اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا. وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَاغَفُوْرُ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o اِنّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ o وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ.

(منقول از: مجموعہ ''خطب''، ناشر حاجی سید جان صاحب وعبدالغفور صاحب تاجران کتب پٹنہ محلّہ گورٹھا، ۱۲۹۱ھ)

نوٹ: ائمہ مساجد اور خطباء حضرات سے درخواست ہے کہ امام الہند، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اس خطبہ کو اپنا معمول بنائیں۔ کہ اس میں امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بجا طور پر خلفائے راشدین کی صف میں شمار کیا گیا ہے اور اُمّہات المؤمنین اور جملہ بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اولاد کا تذکرہ اس میں موجود ہے جو کہ حقیقی طور پر ''اہلِ بیت'' ہیں۔

جزاکم اللّٰہ خیراً

☆......☆......☆

پروفیسر خالد شبیر احمد

ترانۂ احرار

ہے اک نشانِ عظمت و ایثار زندہ باد — زندہ دلانِ لشکرِ احرار زندہ باد
تصویرِ دلپذیر ہے عشق و جنون کی — احرار کا ہے پُرشکوہ کردار زندہ باد
تقریر دلربا ہے تو تحریر لا جواب — اک منفرد لہجۂ گفتار زندہ باد
احراریوں کو مرحبؔ و عنتر ڈرائیں کیا — جب رہنما ہوں حیدر کرارؓ زندہ باد
ہے بے نقاب جس نے کیا قادیان کو — وہ تھا بخاریؒ قافلہ سالار زندہ باد
ہے شہپرِ شعور ہر اک شوکتِ جنوں — ہیں عاشقانِ احمدِ مختارؐ زندہ باد
انگریز کے خلاف تھے احرار سرفروش — ہر وقت قوم کو کیا بیدار زندہ باد
ہر سمت گونجتی ہے صدا آج بھی یہی — احرار زندہ باد ہیں احرار زندہ باد
ربوہ کی سر زمین تھی جو کفر کا قلعہ — احرار نے کیا ہے وہ مسمار زندہ باد
تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے خون سے — ہیں بانیانِ مجلس احرار زندہ باد
ہم وارثانِ عظمتِ اسلاف ہوگئے — یوں رنگ لایا جذبۂ احرار زندہ باد
کیا دیدنی تھا جنگِ حریت کا معرکہ — کیا خوب تھی وہ تندیٔ یلغار زندہ باد
منزل کو پا کے ہی رکے احرار شاد کام — کیا خوب تھی وہ گرمیٔ رفتار زندہ باد
ناموسِ مصطفیٰ پہ جو قربان ہوگئے — احرار تھے، احرار ہیں، احرار زندہ باد
خالدؔ کے دل کی دھڑکنیں بھی کہہ رہی ہیں یہ — ہے رونقِ ہنگامۂ احرار زندہ باد

پروفیسر خالد شبیر احمد

امیرِ شریعت کی یاد میں

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی 54ویں یومِ وصال پر ایک نظم

آنکھیں ہیں اشکبار، فضا سوگوار ہے
کیوں لب پہ آج حرفِ دعا سوگوار ہے

ویرانیاں چمن کی ہیں جیسے یہ کہہ رہیں
ہر گل بوجہِ رنج و بَلا سوگوار ہے

لگتا ہے مجھ کو اس طرح کہ تیری موت پر
خود موت سرنگوں ہے قضا سوگوار ہے

اہلِ جنوں نے اوڑھ لی ہے غم کی اوڑھنی
فکر و نظر کے سر کی رِدا سوگوار ہے

محفل سے تیری یاد کا ہر دم اٹھے دھواں
افسردہ گر ہے لَو، دیا سوگوار ہے

جذب و جنون و عشق کی دنیا ہی لٹ گئی
ہر ایک سرفروش، بجا سوگوار ہے

تجھ سے فضائے مہر و وفا میں تھیں رونقیں
تجھ بن فضائے مہر و وفا سوگوار ہے

ہر آنکھ اشکبار ہے تیرے فراق میں
دل غمزدہ، تو فکرِ رسا سوگوار ہے

یہ بھی ہے تیری عظمتِ والا کا اعتراف
کہ غم میں تیرے ما و شما سوگوار ہے

لطف و عطا تھا تیرا شیوہ، صبر تھا چلن
بن تیرے راہِ لطف و عطا سوگوار ہے

پھولوں کا چہرہ زرد ہے رنجیدہ ہر کلی
گل ہی نہیں یہ گلشن سارا سوگوار ہے

تاریکیوں میں ڈوبے ہیں شب کے ستارے بھی
کیوں شب گزیدہ دن بھلا سوگوار ہے

پاؤں کی تیری چاپ کو ترسے ہے راہ حق
اس راہ کا ہر اک راہ نما سوگوار ہے

آ دیکھ تیرے غم میں ہے ہر آنکھ اشکبار
دل غمزدہ تو فکر رسا سوگوار ہے

تاریکیوں میں ڈوبا ہے سارا جہانِ شوق
سورج کی آنکھ نم ہے ضیا سوگوار ہے

مثلِ بہار آپ تھے آئے، گزر گئے
ہے غمزدہ چمن تو صبا سوگوار ہے

خالدؔ کہاں سے ڈھونڈ کے لاؤں میں شاہؒ کو
فرقت میں جس کی ساری فضا سوگوار ہے

☆......☆......☆

حبیب الرحمٰن بٹالوی

وہ اک حسین خواب تھا

آج 9 نومبر 2015ء کا دن ہے۔ میرے مرحوم دوست ذوالکفل بخاری کا بڑا بیٹا (گیارہ سالہ عطاء المکرِم) اُسی جگہ بیٹھا ہے جہاں چھے سال پیشتر 9 ستمبر 2009ء کو ذوالکفل بخاری بیٹھے ہوئے تھے۔ اب یہ ساری یادیں میرے ذہن کی چاردیواری میں شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھنا رہی ہیں۔ میری ان کے ساتھ اپنے گھر میں یہ آخری ملاقات تھی۔ 15 ستمبر 2009ء کو وہ سعودی عرب واپس چلے جاتے ہیں اور 15 نومبر 2009ء کو حج سے کوئی گیارہ دن پہلے، مکہ مکرمہ میں ام القریٰ یونیورسٹی سے گھر آتے ہوئے ایک حادثے میں اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ قبرستان جنت المعلیٰ میں اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں مبارک کی جانب آسودۂ خاک ہو جاتے ہیں۔

قارئین! 15 نومبر پھر آ گیا ہے۔ کتنے کیلنڈر بدلے گئے اور بدلے جائیں گے۔ مگر میرا وہ دوست واپس نہیں آیا اور نہیں آئے گا۔ کہ دنیا میں جو بھی آیا ہے اس نے جانا ہے۔ یہاں کے ہر مکان پر فنا کی تختی لگی ہوئی ہے۔ تاہم ایک عظیم دوست کی یاد میں اس کی برسی پر اپنے دل کی واردات کو لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ

سونے نہیں دیتیں شب بھر تیری یادیں
برساتی ہیں اطراف سے پتھر تیری یادیں

تھا پیار سے وہ آشنا
وہ پیکرِ صبر و رضا
تھا صاحبِ جُود و سخا
زہد و ورع میں بے ریا
واقف تھا ماضی حال کا
رسیا وہ سیدھی چال کا
اک پھول تھا وہ ڈال کا
رضوان بولا، مرحبا!
کیا موت آئی شان سے
اک جھانکتی سی شام تھی
مکہ کے در و بام کی
اک حادثہ تھا سانحہ
کلمہ شہادت کا پڑھا

اُنگلی شہادت کی کھڑی
اپنی نشانی لے گیا

دنیا سے منہ کو موڑ کر
دو لعل پیچھے چھوڑ کر
ماں کے مقدس پاؤں میں
پاکیزہ مٹی اوڑھ کر
آرام سے وہ سو گیا
ہم کو جدائی دے گیا
اپنی کہانی لے گیا

فکر و نظر کی بارشیں
علم و ادب کی چاہتیں

وہ دین و دانش کا دھنی
قربانی وایثار کی
مہر و وفا کی، پیار کی
رسمیں پرانی لے گیا

وہ اِک حسین خواب تھا
نغز و ادب کا باب تھا
ساغر تھا، بادۂ ناب تھا
آتش نفس، بے تاب تھا
وہ انت کی آواز کی
اپنی وہ بانی لے گیا
تشنہ دہانی دے گیا
ہنستی جوانی لے گیا

سود کے جائز ہونے کی گنجائش!

صدر پاکستان ممنون حسین نے 25/نومبر 2015ء کو فیصل آباد میں صنعت کاروں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ’’علماء قرضوں پر سود کے جائز ہونے کی گنجائش نکالیں‘‘۔

صدرِ مملکت کے اس بیان پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ پیشِ خدمت ہے جسے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ نے نقل کیا ہے۔ (مدیر)

’’حضرت والد صاحب (مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ) نے بارہا یہ واقعہ سنایا کہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے اور میں بھی ساتھ تھا۔ اس زمانے میں مہر اور سالک (غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک) پنجاب کے مشہور صحافی اور اہلِ قلم مانے جاتے تھے۔ ان حضرات نے حضرت شاہ صاحب اور علامہ عثمانی کی تشریف آوری پر اخبارات میں یہ سرخی لگائی: ’’لاہور میں علم و عرفان کی بارش‘‘ اور پھر ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں سود کا مسئلہ چل نکلا۔ سالک نے حضرت علامہ عثمانی سے یہ سوال کیا کہ ’’موجودہ بینک انٹرسٹ کو سود قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ علامہ عثمانی نے اُن کو جواب دیا مگر انہوں نے پھر کوئی سوال کر دیا۔ اس طرح سوال و جواب کا یہ سلسلہ کچھ دراز ہو گیا۔ علامہ عثمانی ہر بار مفصل جواب دیتے مگر وہ پھر کوئی اعتراض کر دیتے۔ وہ اپنی گفتگو میں اُن لوگوں کی وکالت کر رہے تھے، جو یہ کہتے ہیں کہ ’’اگر بینکوں کے سود کو علماء جائز قرار دے دیں تو مسلمانوں کے حق میں شاید مفید ہو‘‘۔

حضرت شاہ صاحب مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اُن کی عادت چونکہ یہ تھی کہ شدید ضرورت کے بغیر نہیں بولتے تھے، نہ اپنا علم جتانے کا معمول تھا۔ اس لیے علامہ عثمانی کی گفتگو کو کافی سمجھ کر خاموش بیٹھے تھے۔ جب بحث لمبی ہونے لگی تو حضرت نے مداخلت کی اور بے تکلفی سے فرمایا:

’’دیکھو بھائی! تم ہو سالک...... میں ہوں مجذوب، میری بات کا برا نہ ماننا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جہنم بہت وسیع ہے۔ اگر کسی شخص کا وہاں جانے کا ارادہ ہو تو اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ ہم اس کو روکنے والے کون ہیں؟ ہاں، البتہ اگر کوئی شخص ہماری گردن پر پاؤں رکھ کر جہنم میں جانا چاہے گا تو ہم اس کی ٹانگ پکڑ لیں گے‘‘۔

(’’اکابر دیوبند کیا تھے؟‘‘ صفحہ: 49، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی)

قاری تنویر احمد شریفی

سحبان الہند، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی قدس سرہ

دلّی مرحوم کی خوبیاں:

دلّی میں عجیب عجیب با کمال ہستیاں پیدا ہوئی۔ کچھ وہیں کی خاک سے، کچھ اِدھر اُدھر کے، جو دلی مرحوم کی وجہ سے روشن ستارے بن گئے۔ دلّی اپنے اندر بے پناہ جوہر رکھتی تھی۔ اس شہر کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ جوہرِ قابل کو صیقل کر کے ابھارنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ (تعلیم الاسلام) کے صاحب زادے مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (جامع کفایت المفتی) تحریر فرماتے ہیں:

''کہاں تک نام شمار کرو گے؟ سو برس کی تاریخ کو جتنا کھنگالو گے لعل والماس ہی نکلیں گے اور اس کی خاک کو جتنا رول کر دیکھو گے موتی ہی موتی نظر آئیں گے۔ دلّی کی خاک نے جہاں حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء، مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجاہد، غالب وداغ جیسے شاعر، نواب ضیاء الدین احمد جیسے مؤرخ ونساب، حکیم اجمل خاں رحمۃ اللہ علیہ جیسا طبیب، منشی ذکاء اللہ جیسے ماہر ریاضی، سرسید احمد خاں جیسے مدبر ایثار پیشہ، مفتی صدرالدین خاں رحمۃ اللہ علیہ جیسے مفتی شاہ محمد اسحاق جیسے محدث پیدا کیے وہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ الطاف حسین حالی رحمۃ اللہ علیہ، ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ جیسے جوہر قابل کو صیقل دے کر چمکایا۔ مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر مختار احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ، مفتیٔ اعظم مولانا محمد کفایت اللہ جیسے اکابر ملت کو اپنی آنکھوں کا تارا بنایا۔ جوہر شناسی اور قدر افزائی بھی اس اجڑی ہوئی دلی کا خاصہ ہے۔

زمانہ حاضر پر جب ہم نگاہ ڈال کر تجسس کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دلّی کی ان مجاہد ہستیوں میں سے جنھوں نے اپنی ذاتی محنت وکاوش سے ایک عظیم الشان کردار پیدا کیا اور دلی کی تہذیبی ومعاشرتی خصوصیات کو قائم رکھا، مولانا احمد سعید کی ہستی اس کا ایک آخری نمونہ تھی (مفتی اعظم کی یاد، ص:۱۴۱۔۳۴۰ کراچی)

آنے والی سطور میں ایک ایسی ہی ہستی کا ذکر ہے جس نے دلّی کی علمی روایت اور تہذیب کو چار چاند لگائے اور خود بھی اسی کی ایک یادگار بن گئے۔ اب دلّی کا تذکرہ اور ان کی یاد لازم وملزوم ہوگئی اور ان کی یاد کے ساتھ دلّی کی علمی مجلسی روایات اور آداب وتہذیب کی بیسیوں یادیں وابستہ ہوگئی ہیں۔

پیدائش وخاندان:

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی علیہ الرحمۃ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ / دسمبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جناب حافظ نواب مرزا مرحوم مسجد ''زینت المساجد'' میں امام اور مدرس تھے۔ آپ کے دادا حضور خواجہ نواب علی مرحوم دلّی شہر کے مشہور صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے بزرگوں کو مشہور مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے عرب سے کشمیر بلایا تھا۔ شاہ جہاں کے زمانے میں یہ خاندان کشمیر سے آگرہ آ گیا اور ایک عرصہ وہاں گزار کر یہ خاندان دلّی منتقل ہو گیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پہلے تک یہ خاندان کشمیری کڑہ میں سکونت پذیر تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد کو مغل دربار میں رسائی حاصل تھی اور ''خواجہ زادہ مغل'' کا خطاب عطا ہوا تھا۔

ابتدائی تعلیم:

حضرت سحبان الہند علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم مولانا عبد المجید مصطفیٰ آبادی مرحوم سے حاصل کی، اور تکمیل حفظ قرآن کی دستار بندی مدرسہ حسینیہ ٹیا محل بازار، دلّی میں ہوئی۔

وعظ کا ملکہ:

مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد حسین فقیر رحمۃ اللہ علیہ، مولانا راسخ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد ابراہیم دہلوی کے وعظ بہت شوق سے سنتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر سترہ برس کے قریب تھی۔ وعظ سنتے سنتے خود بھی ایک اچھے واعظ اور خطیب بن گئے اور وعظ کہنے لگے۔ شروع شروع میں مولانا احمد سعید گھروں میں وعظ کہا کرتے تھے۔ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں:

''بھئی! ہماری زندگی تو شروع سے قلندرانہ زندگی ہے۔ جب ہم کسی کے گھر پر جا کر وعظ کہتے تھے تو دو روپے نذرانہ ملتا تھا۔ کچھ تار کشی کا کام کر لیتے تھے اس طرح عسرت کے ساتھ زندگی گزر بسر ہوتی تھی۔

(مفتی اعظم کی یاد، ص: ۳۴۴)

اعلیٰ تعلیم:

حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

''غالباً ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۰ء تک ایک زمانہ تھا جب کہ مولانا کی عمر بیس بائیس سال کی ہوگی، آپ بھی کبھی کبھی فوارے [۱] پر تقریر کرتے تھے۔ سامنے نواب روشن الدولہ کی سنہری مسجد میں مدرسہ امینیہ تھا اور حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد

[۱] (دلی کے لال قلعے سے جو سڑک فتح پوری مسجد کی طرف جاتی ہے اسی سڑک پر بائیں جانب سنہری مسجد آج بھی موجود ہے، یہاں ابتدا میں مدرسہ امینیہ قائم ہوا تھا، جو بعد میں یہاں سے منتقل ہو کر کشمیری گیٹ کے علاقے میں چلا گیا تھا، جہاں آب و تاب کے ساتھ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے۔ اس مسجد کے سامنے جو چوک ہے وہ فوارہ چوک کہلاتا ہے۔ ''شریفی'')

کفایت اللہ اس کے صدر مدرس تھے۔ مدرسے کے طلباء بھی ان تقریروں میں آ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ انھی میں سے حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہونہار ذی استعداد اور محنتی شاگرد مولانا قاری حافظ محمد یاسین سکندر آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ یہ مدرسہ حسینیہ میں کبھی کبھی چلے جاتے تھے، مولوی احمد سعید سے واقف تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ مولانا احمد سعید کی تقریر کی تعریف سنی تو اپنے شاگرد سے کہا کہ اس نوجوان واعظ سے پوچھنا کہ اس نے کہاں سے پڑھا ہے؟ اور کہاں تک پڑھا ہے؟ قاری صاحب موصوف وعظ میں شریک ہوتے ہی تھے ختم ہونے پر نوجوان کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے کہاں پڑھا ہے؟ قاری صاحب موصوف ایک طالب علم تھے اور نوجوان واعظ کو کم سے کم دارالعلوم دیوبند کا فاضل ترین فیض یافتہ خیال کرتے تھے، انھوں نے یہ بھی محسوس نہ کیا تھا کہ استاذِ محترم نے یہ خدمت کیوں میرے سپرد کی ہے؟

غرض کہ مولانا نے قاری صاحب کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھا دیا، اصل بات کا جواب نہیں دیا۔ دوسرے دن پھر پوچھا، مگر بات کو ٹال دیا۔ وہ ٹالتے رہے یہ پوچھتے رہے اور آخر نوجوان واعظ نے ایک دن یہ جواب دیا کہ مولوی صاحب! آپ یہ بات پوچھتے ہیں تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے کہیں پڑھا ہو تو بتاؤں۔ بھئی میں نے تو کہیں نہیں پڑھا اور کچھ نہیں پڑھا۔ البتہ پڑھنے کی آرزو ہے۔

قاری صاحب موصوف کو یقین نہیں آیا لیکن کچھ عرصہ بعد تعلقات بڑھے، زیادہ میل جول ہوا تو قاری صاحب کو معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ ان پڑھ ہیں۔ پھر انھوں نے مولانا کو رائے دی کہ آپ مدرسہ امینیہ میں داخلہ لے لیجئے اور علم حاصل کیجئے۔ مولانا نے کہا کہ بھئی مولوی صاحب! میں کیوں کر پڑھ سکتا ہوں؟ والد کے انتقال کے بعد سے گھر کا سارا بوجھ مجھ پر ہے، شادی بھی ہو چکی ہے۔ دن بھر محنت کرتا ہوں جب کہیں جا کر کام چلتا ہے اور آذوقہ نصیب ہوتا ہے ان حالات میں داخلہ لے کر پڑھنے کی فرصت کہاں؟

مگر ان کو پڑھانا اور ان کو پڑھنا مقدر تھا قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم (حضرت مفتی صاحب) سے اجازت لے کر مولانا کے گھر جا کر پڑھانا شروع کر دیا۔ (مفتی اعظم کی یاد، ص: ۳۴۶۔۴۷)

ایک سال تک اسی طرح تعلیمی سلسلہ چلتا رہا اور ساتھ میں حضرت سحبان الہند تجارت بھی کرتے رہے، اور دن میں مال تیار کر کے شام کو فتح پوری کے بازار میں فروخت کر کے عشاء کے بعد پڑھتے تھے۔

ایک سال کے بعد آپ نے باقاعدہ مدرسہ امینیہ میں شوال المکرم ۱۳۲۸ھ / اکتوبر ۱۹۱۰ء میں داخلہ لیا اور شرح مائۃ عامل اور مفید الطالبین کے اسباق شروع ہوئے۔ مولانا کی سند میں مندرجہ ذیل کتابیں درج ہیں جو مدرسہ امینیہ میں آپ نے پڑھیں:

"تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، طحاوی، ابوداؤد، مشکوٰۃ، نخبۃ الفکر، مختصر القدوری،

کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، اصول الشاشی، نورالانوار، توضیح تلویح، ایساغوجی، مرقات، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمداللہ، مناظرۂ رشیدیہ، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، مختصر المعانی، مطوّل، شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو کافیہ، شرح جامی، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن، قلیوبی، سبعۂ معلقہ اور دیوان متنبّی۔

مدرسے سے خارج اوقات میں مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اور کتابیں بھی حضرت مفتیٔ اعظم سے پڑھی تھیں جن میں فتح الباری بھی شامل ہے۔ اس طرح یہ مولوی احمد سعید صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ مولوی، ایک فاضل عالمِ دین بن گئے۔ حضرت مفتیٔ اعظم کے فیضِ صحبت وتربیت نے انھیں ایسا سنوارا اور چمکایا کہ ایک شیریں بیان واعظ ہوئے اور "سحبان الہند" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ نے بھی ان کے کمال کی داد دی۔ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب دلی جاتے تھے تو مولانا احمد سعید علیہ الرحمۃ کے منبر کے پائے سے چپک کر بیٹھ کر بڑی توجہ سے مولانا کی تقریر سنتے تھے۔ کسی نے شاہ جی سے کہا: شاہ جی! آپ تو خود ایک خطیب ہیں۔ پھر بھی مولانا احمد سعید کو توجہ سے سنتے ہیں؟ شاہ جی نے فرمایا: ہاں! میں مولانا احمد سعید کی ایک تقریر سے سال بھر تقریر کرتا ہوں۔ شاہ جی کا یہ واقعہ میں نے اپنے جدِ امجد استاذی حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہ سے سنا تھا، جو حضرت سحبان الہند کی مجلس کے حاضر باش تھے۔

اساتذہ کرام:

مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی، مولانا محمد ضیاء الحق دیوبندی، مولانا محمد قاسم دیوبندی، مولانا سید انظار احمد سہنس پوری اور مولانا قاری محمد یاسین سکندر آبادی رحمۃ اللہ علیہم سے تحصیلِ علمی کا شرف حاصل تھا خصوصاً حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت کا ان کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو صیقل کرنے اور ان کے جوہر کو چمکانے میں خاص حصہ تھا۔

ذریعہ معاش:

ابتداً ان کا ذریعہ معاش تارکشی کا کام تھا۔ مدرسہ امینیہ میں داخل ہوئے تو اس کام کے وقت کو محدود کر دیا اور اسی کے مطابق آمدنی بھی محدود ہوئی لیکن وعظ وتبلیغ کے نذرانوں سے گزر بسر ہو جاتی تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم کے حکم سے وعظ کا نذرانہ لینا بند کر دیا تھا۔ محلۂ فراش خانے کی ایک مسجد میں روزانہ صبح کو درسِ قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا تو وہاں سے ان کی ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہوگئی۔ اس طرح معاش کی طرف سے ان کی فکر جاتی رہی۔ انھوں نے بڑی مستقل مزاجی اور محنت سے درسِ قرآن جاری رکھا۔ اس پہلے سلسلۂ درسِ قرآن میں چودہ برس کے روز وشب اور گرم وسرد موسم گزرے اور ترجمۂ قرآن مکمل ہوا۔ قرآن حکیم کے علوم ومعارف میں ان کے رسوخ اور پختہ

سیرت، شخصیت کی تعمیر میں ان کی ان چودہ برس کی ریاضت کا بڑا حصہ ہے۔

تدریسی خدمت:

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم نے اپنے اس چہیتے شاگرد (جسے دعائے مفتیٔ اعظم کہنا بجا ہے) کو معین مدرس کے طور پر مدرسہ امینیہ دلّی میں مقرر کر لیا تھا اور کچھ ابتدائی کتابیں پڑھانے کے لیے دے دیں تھیں۔ حضرت سحبان الہند نے بہت محنت اور ذمے داری کے ساتھ کئی برس تک یہ خدمت انجام دی۔ اس خدمت کا یہ فائدہ ہوا کہ درسیات میں ان کی نظر گہری ہوگئی، دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ایک مُربّی کامل کی نگرانی اور قرب وفیضِ صحبت سے جو ہر قابل جلا پاتا رہا اور ان کا سینۂ بے کینہ علوم ومعارف کے انوار سے معمور رہا۔ اب چونکہ علوم وفنون میں انھیں رسوخ حاصل ہوگیا تھا اس لیے ان کی تقریر اب اڑائی ہوئی تقریر نہیں ہوتی تھی بلکہ ٹھوس، مدلل اور مربوط ہونے کے ساتھ اس میں ایک علمی شان بھی پیدا ہوگئی تھی۔ زبان کی لطافت وشیرینی اور فصاحت وبلاغت کی خوبی پہلے سے تھی، اس کا رنگ بھی شوخ اور پختہ ہوگیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے وقت کے ایک کامیاب واعظ وخطیب اور واقعی سحبان الہند بن گئے تھے اور خطابت کے میدان میں ان کا ڈنکا بجنے لگا تھا۔ ان کی مقبولیت آسمان کو چھو رہی تھی اور عوام میں ان کی شہرت بہت بڑھ گئی تھی۔

مناظرے کی تربیت:

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی نے تحصیل علوم وفنون کے ساتھ فن مناظرہ پڑھا بھی تھا اور باقاعدہ اس کی تربیت حاصل کی تھی، ان کے استاد ومُربّی حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مناظروں میں ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ وہ مقابل کے اعتراضات کے جواب بھی بتلاتے تھے اور سوالات پوچھنے اور اعتراضات کرنے میں بھی ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔

اس دور میں مولانا مرحوم نے معرکۃ الآرا مناظرے کیے۔ اس وقت آریوں میں بڑے بڑے فاضل مناظر اور خطیب موجود تھے۔ پنڈت رام چند دہلوی کا نہ صرف دلّی بلکہ پورے ہندوستان میں طوطی بول رہا تھا۔ قرآن مجید عمدہ پڑھتا تھا اور بڑا طرار، چرب زبان تھا۔ مولانا نے اس سے بھی مناظرہ کیا۔ مولانا کی حاضر جوابی، خطابت اور بذلہ سنجی ہمیشہ سب پر غالب رہتی اور حضرت مفتیٔ اعظم کی اعانت سونے پر سہاگے کا کام کرتی تھی۔ مولانا نے بڑے بڑے میدان جیتے اور اپنے مقابلین کو شکستِ فاش دی اور انھیں فرار پر مجبور کردیا۔ مناظروں کی مشق نے مولانا کے اندازِ بیان کو نقطۂ کمال پر پہنچا دیا تھا۔ مناظرے میں ان کی ظرافت اور بذلہ سنجی بھی اپنا رنگ جماتی اور مجمع کو ہنساتی اور کبھی ماحول کو زعفرانِ زار بنا دیتی تھی۔

جمعیت علمائے ہند کی تاسیس:

۱۹۱۹ء میں حضرت مفتیٔ اعظم نے جمعیت علمائے ہند کے قیام کے لیے دیگر علمائے کرام سے جو مذاکرات فرمائے ان میں مولانا احمد سعید دہلوی بھی آپ کے دستِ راست تھے۔ مدرسہ امینیہ دلّی کے جس کمرے میں حضرت مفتی

صاحب بیٹھتے تھے یہی جمعیت کا پہلا دفتر تھا۔ اس کمرے میں دونوں استاذ شاگرد تمام ابتدائی امور انجام دیتے تھے۔

مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلوی سے حضرت سحبان الہند فرمایا کرتے تھے:

''میاں مفتی صاحب! دفتر جمعیت کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس طرح چلایا ہے کہ حضرت تو حساب کتاب لکھتے تھے اور میں ڈاک تیار کر کے خود ڈاک خانے لے جاتا تھا'' (مفتی اعظم کی یاد، ص: ۳۵۶)

سیاسی تحریکات:

انگریزوں کو ملکِ عزیز سے نکالنے میں علمائے حق نے بھرپور جدوجہد کی۔ حضرت سحبان الہند ترکِ موالات کے سلسلے میں پہلی مرتبہ ۱۹۲۱ء میں گرفتار ہو کر میانوالی جیل میں رہے۔ ایک سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہائی ملی۔ اس اسیری کے زمانے میں پنجاب اور یو۔ پی کے بہت سے ہندو اور مسلمان رہنما ان کے ساتھ تھے۔ ان کے ساتھ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ اسی جیل میں اسیر تھے۔

۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کی تحریکِ سول نافرمانی میں حصہ لینے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور ملتان جیل میں اسیری کے ایام گزارے۔ اس اسیری کے ایام میں آپ کے استاذِ محترم حضرت مفتیٔ اعظم بھی ہمراہ تھے۔ حضرت سحبان الہند کی رہائی کا پروانہ پہلے آ گیا اور انھیں ملتان جیل سے رہا کر دیا گیا۔ اس رہائی کے وقت آپ کے استاذِ اکبر حضرت مفتیٔ اعظم نے اپنے دلی جذبات کا اظہار اس طرح فرمایا:

چل دیا وہ حالِ دل سے بے خبر — جان و دل کا ہے سفر جس کا سفر
جس سے وابستہ تھیں میری راحتیں — جانتا تھا میں جسے قلب و جگر
کنجِ تنہائی کا میرے تھا رفیق — مونسِ جاں تھا سفر ہو یا حضر
مولوی احمد سعید خوش لقا — واعظ آتش جادو اثر
شیر دل، کانِ مروت، سیر چشم — پیکر صدق و وفا والا گہر
ناظم جمعیت اعلام ہند — تجربہ کار و امین و با خبر
چھوڑ کر زنداں میں مجھ کو چل دیا — پھیر لی انس و محبت کی نظر
تیری فرقت کا تصور الغیاث — الحذر تیری جدائی الحذر
تیرے دم سے قید خانہ باغ تھا — اور ترے اخلاق تھے اس کے ثمر
چوں کہ راضی بالقضا تھا اس لیے — قید کا مطلق نہ تھا تجھ پر اثر
تھی بہ دولت تیرے بزمِ عیش گرم — جیل میں دن رات اور شام و سحر

مِلک تیری دوستوں پر وقف تھی جان بھی دیتا کوئی لیتا اگر
رعب و ہیبتِ سے تری اے مردِ حق فوج باطل ہوگئی زیر و زبر
ہیبتِ حق تیرے چہرے سے عیاں لرزہ براندام تجھ سے شیر نر
یہ حقیقت ہے کہ کرتی ہے تری خوش بیانی دل میں پتھر کے اثر
بے شبہ ہے تیری تقریر بلیغ دل نشینی میں کنقش فی الحجر
باغِ جمعیت مساعی سے تری سبز و شاداب و شگفتہ پر ثمر
تیرا دل ہے مال و زر سے بے نیاز فضلِ حق پر رہتی ہے ہر دم نظر
دیکھ کر قربانیاں تیری ہمیں یاد آتے ہیں خلیل نام ور
حق ترا حامی ہو اور طالع سعید اور قدم چومے ترے فتح و ظفر
ہو تری اولاد تیری جانشین مثل تیرے بلکہ فایق ہوں پسر
کارناموں کو ترے زندہ رکھیں اور ہر ایک ان میں ہو سرّ پدر
اور ہو دارین کی آفات سے فضل مولیٰ واسطے تیرے سپَر
موردِ الطاف باری تو رہے عمر بھر ہر سال ہر شام و سحر
پھولتے پھلتے رہیں تیرے فیوض صیّت ہو تیرا محیط بحر و بر
لطف سے تیرے ہے امید قبول
پیش کش ہے گرچہ میری مختصر

اس کے بعد بھی حضرت سحبان الہند رحمۃ اللہ علیہ متعدد بار گرفتار ہوئے۔ ان کے لیے جیل جانا اور سزا پانا بچوں کا کھیل بن گیا تھا۔ حضرت سحبان الہند جمعیت علمائے ہند کے یومِ تاسیس سے ہی اس کے ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوگئے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی وفات کے بعد جمعیت کے عبوری صدر بھی رہے۔ ایک زمانے میں جمعیت کے نائب صدر بھی رہے۔

تصنیفات وتالیفات:

اللہ رب العزت نے حضرت سحبان الہند علیہ الرحمۃ میں بہت سی خوبیاں جمع کردی تھیں۔ وہ بیک وقت سیاست، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کے مردِ میدان تھے۔ ان کے علم وسیرت اور کارناموں میں بڑا توازن تھا، ان کی تصنیفات وتالیفات میں:

ا۔کشف الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن ۲۔تقاریر سیرت ۳۔خدا کی باتیں ۴۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ۵۔معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۶۔صلوٰۃ وسلام ۷۔جنت کی ضمانت ۸۔جنت کی کنجی ۹۔دوزخ کا کھٹکا ۱۰۔موت کا جھٹکا ۱۱۔ماہِ رمضان ۱۲۔پردے کی باتیں ۱۳۔پاک زندگی

بہت مشہور ہیں۔ان کی تصانیف وعظ ونصیحت، تاریخ وسیرت کی خوبیوں کے ساتھ زبان وبیان اور ادب کے حسن ولطائف کا مجموعہ بھی ہیں۔حضرت سحبان الہند کی کتابوں کی اشاعت کا بیڑا پاکستان میں میرے جدِ امجد حضرت قاری صاحب نے اٹھایا تھا، جو بحمد للہ جاری وساری ہے۔حضرت سحبان الہند نے دلّی میں اپ نے استاذ محترم حضرت مفتیٔ اعظم کی سر پرستی میں مؤتمر المصنفین قائم فرمایا جس کا مقصد مسلمانوں کے لیے خاص مذہبی کتابیں مہیا کرنا تھا، اور احادیث مبارکہ کی کتب کے جو اردو تراجم علمائے کرام نے کیے تھے ان کو مروجہ اردو زبان میں از سر نو لکھا جائے کیوں کہ سابقہ تراجم کی اردو غیر مانوس ہوگئی تھی، اور ان سے فائدہ حاصل کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

تیرھویں صدی کے وسط میں حکیم الامت، حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے خاندان نے قرآن کریم کی بہت خدمت کی، اور قرآن کریم کے ترجمے کیے، جو ترجمے کے اعتبار سے بہترین تراجم شمار کیے جاتے ہیں لیکن ان کی زبان اس قدر ناموس ہوگئی تھی کہ ان سے قرآن کے مطالب ومفہوم کے سمجھنے میں دشواری ہونے لگی تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے اپنے ترجمہ قرآن پر ''موضح قرآن'' کے نام سے مختصر تفسیری حاشیہ لکھا تھا۔ زمانے کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اردو قدیم ہوگئی تھی اور سمجھنے میں دشواری ہونے لگی تھی۔حضرت شاہ صاحب کے بعد بہت ترجمے اور تفسیری حاشیے لکھے گئے، لیکن ''موضح قرآن'' کی خوبیاں اور کمالات پردۂ خفا میں رہ گئے، اور ''موضح قرآن'' میں جن نکات اور عمیق باتوں کی رعایت رکھی گئی تھی اس سے عوام تو عوام خواص بھی محروم ہو گئے۔

حضرت سحبان الہند نے اپنے احباب کے اصرار پر یہ ارادہ بھی فرمایا کہ موضح قرآن پر ایک تفصیلی تبصرہ کیا جائے اس طرح آپ کے پیش نظر تین کام تھے۔

ا۔حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمۃ کے ترجمے کی وضاحت اور ضروری تبدیلی۔

۲۔موضح قرآن کی تشریح وتوضیح۔

۳۔مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ وتشریح، جو حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا نواب قطب الدین خان مرحوم نے ''مظاہرِ حق'' کے نام سے کیا تھا۔اس ترجمے کی جدید اردو میں تبدیلی۔

ان امور کے لیے ''مؤتمر المصنفین'' کو قائم کیا تھا۔اہل دہلی میں سے مخیّر حضرات نے ان کاموں میں غیر معمولی دلچسپی لی اس کے بعد وسیع النظر علماء کی تلاش ہوئی جو اردو زبان پر پورا عبور رکھتے ہوں۔ یہ کام سرمایہ فراہم ہونے

سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ کیوں کہ جو حضرات اردو زبان عبور رکھتے تھے وہ وسیع النظر نہیں تھے، اور جو وسیع النظر تھے وہ اردو پر عبور نہیں رکھتے تھے۔ یہ الجھن کافی عرصے رہی اور ایک زمانے کے بعد حضرت سحبان الہند نے چند حضرات کو منتخب فرمایا۔ علمی ذوق رکھنے والے حضرات سحبان الہند کے علمی کارناموں کو دیکھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت سحبان الہند کا ذوق کیسا تھا۔ حضرت سحبان الہند کو زندگی بھر قرآن کریم کے معارف سے شغف رہا۔ اہل مجلس مؤتمر المصنفین کے باہمی مشورے سے یہ بھی طے پایا کہ قرآن کریم کا ترجمہ حضرت سحبان الہند خود کریں گے، باقی حضرات کے ذمے مظاہر حق کا کام سپرد کیا جائے اس کی نگرانی بھی حضرت سحبان الہند فرمائیں۔ مظاہر حق کے ترجمے کی جو آرزو تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی البتہ حضرت سحبان الہند علیہ الرحمۃ نے سیاسی و مذہبی مشاغل اور پھر بیماری کے لیے درپے حملوں کے باوجود ترجمے کا کام پورے انہماک کے ساتھ جاری رکھا۔ جو اٹھارہ سالہ محنتِ شاقہ کے بعد منظرِ عام پر آیا۔

ترجمے کا کام کس طرح ہوتا تھا اس کے متعلق حضرت سحبان الہند کے فرزند رشید مولانا محمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''روزانہ کام کرنے کا معمول یہ تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر (دلّی کے ایک علاقے) فراش خانے میں کڑہ ہدو کی مسجد میں تشریف لے جاتے، وہاں ڈیڑھ دو گھنٹے قرآن شریف کا ترجمہ بیان فرماتے، اس مسجد میں کم وبیش تیس بتیس سال آپ نے ترجمہ قرآن کریم بیان فرمایا۔ ترجمے سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے آتے اور ترجمہ قرآن لکھنے میں مشغول ہو جاتے۔ قرآن کریم کے اس ترجمے میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وقتاً فوقتاً شرکت فرمایا کرتے تھے۔''

(کشف الرحمٰن، ج:۱، ص:۵، کراچی)

حضرت سحبان الہند کس محنت ومشقت کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے تھے اسے بھی پڑھ کر ایمان کو تازہ کیجئے اور آج کے مؤلفین ومصنفین کا موازنہ اس سے کیجئے:

''علمائے کرام مختصر جماعت حضرت مولانا کے سامنے مختلف ترجموں کے قرآن اور تفسیریں کھولے بیٹھی رہتی۔ کبھی آپ ایک سے ترجمہ سنتے، پھر دوسرے کو اشارہ فرماتے، اور پھر تفسیروں کو پڑھواتے۔ اخیر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے ترجمے کو سنتے۔ سب کچھ سننے کے بعد آپ ایک آیت کا ترجمہ لکھتے تھے۔ پھر دوسری آیت لیتے، اس کا بھی اسی طرح چکر چلتا تھا۔ یہاں تک کہ مئی جون کی شدید گرمی میں ڈیڑھ دو بجے تک تین چار آیتوں کا ترجمہ کر پاتے تھے۔ پھر کھانا کھا کر کچھ دیر آرام فرماتے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر صبح کے لکھے ہوئے ترجمے پر نظرِ ثانی فرماتے تھے۔ کبھی حضرت مولانا سلطان محمود شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری، حضرت سحبان الہند سے ملنے تشریف لاتے تو ان کو ملاحظہ کراتے۔ کبھی مولانا اللہ بخش صاحب، مولانا ضیاء الحق دیوبندی (حضرت سحبان الہند کے استاذ محترم) آتے تو ان کو سناتے

،کبھی حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی (نائب امیر شریعت) تشریف لاتے تو ان کو ملاحظہ کرایا۔ کبھی کوئی اور صاحب تشریف لائے تو ان کو دکھایا۔ کوئی صاحب پاکستان سے ملنے جاتے تو ان کو بھی دکھایا، غرض اہلِ علم میں جو حضرات بھی کہیں سے تشریف لاتے ان کو ضرور ملاحظہ کراتے۔ ہفتے عشرے میں مفتیٔ اعظم حضرت علامہ محمد کفایت اللہ کو بھی، جو اس ادارے (مؤتمر المصنفین) کے نگران وسرپرست تھے، ضرور ملاحظہ کراتے رہتے تھے۔ (کشف الرحمٰن، ج:۱،ص:۵)

استاد محترم حضرت مولانا سید اخلاق حسین قاسمی علیہ الرحمۃ بھی بعض اوقات اس تفسیری مجلس میں ہوتے تھے۔ حضرت سحبان الہند کو جہاں ترجمے میں دقت ہوتی تو بعض اوقات مولانا قاسمی کو حضرت مفتیٔ اعظم کے پاس بھیجتے کہ یہ حضرت کو دکھا کر ترجمہ لکھوا کر لائیں۔ حضرت مولانا قاسمی نے حضرت مفتیٔ اعظم کی قرآن فہمی پر ایک مضمون تحریر فرمایا ہے جو روزنامہ الجمعیت دہلی کے مفتیٔ اعظم نمبر میں موجود ہے اس مضمون میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت سحبان الہند علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کشف الرحمٰن پر جن اکابر اور بزرگوں نے آراء لکھیں ہیں ان سے جہاں کشف الرحمٰن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے وہیں حضرت سحبان الہند کی شخصیت پر اکابر و بزرگوں کے اعتماد کا بھی پتا چلتا ہے۔ ہم ان آراء کے چند اقتباسات دیتے ہیں تاکہ قارئین محترم بھی محظوظ ہوں۔

شیخ الاسلام امامنا وسیدنا مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''کسی کتاب کی مقبولیت وافادیت کے لیے سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہ کا نام سند اور ضمانت ہے، اور موصوف کا نام کسی تصنیف پر آجانے کے بعد کسی تقریظ یا اظہارِ رائے کی ضرورت نہیں رہتی''۔

یہ بھی ایک تاریخی شہادت ہے کہ حضرت شیخ الاسلام دلّی کی شخصیات میں سے حضرت سحبان الہند کو ''اعلیٰ حضرت'' بھی فرمایا کرتے تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کا نام کسی تصنیف پر آجانے کے بعد زبان وبیان کے سلسلے میں ہرگز دورائیں نہیں ہوسکتیں۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ دلّی کی ٹکسالی زبان اور محاورات کے ماہر تھے اور اسی باعث انھیں سیکڑوں زبان داں ہم عصر کے درمیان سحبان الہند کا خطاب ملا۔ حضرت مولانا کا یہ طرزِ تحریر قرآن کریم کے ترجمے میں بھی صاف نظر آتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ قرآن کریم کے سابق تراجم سے فایق ہے۔''

اعزاز العلماء حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

''تفسیر وترجمہ اختصار اور تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اس قدر جامع ہے کہ بہت سے شبہات جو کہ آج کل آیاتِ قرآنیہ کے متعلق کیے جاتے ہیں ترجمے ہی سے دور ہوجاتے ہیں اور تفسیر دیکھنے کے بعد تو کوئی شبہ باقی ہی نہیں رہتا۔ اس لیے میرے نزدیک یہ تفسیر نہ صرف اردو داں طبقے کے لیے ضروری اور مفید ہے بلکہ طلباء اور علماء بھی اس سے مستغنی نہیں ہیں۔''

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت اونچی بات فرماتے ہیں، ارشاد ہے:

''یہ واقعہ ہے کہ میں تو اس ترجمے سے بہت ہی منشرح ہوا۔ مجھے تمام تراجم میں بوجہ بلاغت حضرت تھانوی قدس سرہ کا ترجمہ پسند تھا۔ لیکن یہ ترجمہ شگفتگی میں اس سے بھی کچھ سوا ہی نظر آتا ہے ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی تحریرات میں جہاں آیات کے ترجمے درکار ہوں گے تو اس ترجمے کی نقل پر قناعت کرسکوں گا۔''

وفات:

حضرت سحبان الہند نے ۳ / جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ / ۴ / دسمبر ۱۹۵۹ء وفات پائی، اور اپنے استادِ اکبر حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ کے پہلو میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی درگاہ میں تدفین ہوئی، جو قطب صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ رب العزت انھیں کروٹ کروٹ سکھ اور چین نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت سحبان الہند کی اولاد میں سے مولانا محمد سعید دہلوی ان کے جانشین ہوئے جو حضرت مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مدرسہ امینیہ دہلی کے فاضل تھے لیکن حضرت سحبان الہند کے بعد جلد ہی ان کا بھی وصال ہوگیا۔ باقی صاحب زادگان اس علمی اور عزیمتی سفر سے نا آشنا تھے اس لیے حضرت سحبان الہند کی اولاد سے جو فیضان کی توقع رکھی جاسکتی تھی وہ نہ ہوسکی۔

قارئین متوجہ ہوں!

سالانہ چندہ ختم ہونے اور مدّتِ خریداری کی اطلاع قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتے کے اوپر درج کردی گئی ہے۔ جن قارئین کا زرِ تعاون نومبر 2015 میں ختم ہو چکا ہے انھیں دسمبر 2015 کا شمارہ ارسال کیا جارہا ہے۔ براہِ کرم سالانہ زرِ تعاون -/200 روپے ارسال فرما کر نئے سال کے لیے تجدید کرالیں۔ یہ رقم بذریعہ منی آرڈر -/200 روپے یا درج ذیل موبائل نمبر 0300-6326621 پر -/270 روپے ایزی لوڈ کے ذریعے بھی بھیجی جاسکتی ہے۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیب ختم نبوت'' کی ترسیل، شکایات اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

ڈاکٹر محمد الیاس فیصل (مدینہ منورہ)

مولانا شمس الحق صدیق رحمۃ اللہ علیہ

۸/ اگست ۱۹۵۲ء کو دنیا میں قدم رکھا، والدین نے شمس الحق نام تجویز کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس نونہال کو سورج کی طرح چمکائے، بچہ بڑا ہوا تو اس نے اپنے اس نام کے ساتھ صدیق کا لاحقہ لگا لیا، اسلامی ناموں میں معنوی نیک فال کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بعض نومسلموں کے ایسے نام تبدیل کر دیتے تھے جن میں کوئی معنوی خرابی ہوتی۔

ارائیں برادری کے اس چشم و چراغ نے عصری تعلیم حاصل کرنا شروع کی، گھر کا ماحول دینی تھا لہٰذا پہلے ناظرہ قرآن کریم اور پھر حفظِ قرآن کا سلسلہ بھی ساتھ ہی ساتھ شروع کر لیا، گورنمنٹ ہائی سکول باغبان پورہ لاہور سے میٹرک کر لینے کے بعد اس نیک جذبے نے انگڑائی لی کہ حفظ قرآن کریم کی تکمیل ہو جائے، مدرسہ کاشف العلوم بلال پارک لاہور میں محترم و شفیق استاذ قاری محمد صدیق صاحبؒ کے ہاں یہ سعادت حاصل ہوئی تو دینی تعلیم کے حصول کی لو لگی، ۱۹۷۷ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے درسِ نظامی کی تکمیل ہو گئی۔ کچھ عرصہ ذاتی کاروبار کیا اور پھر افواجِ پاکستان میں بطور جونیئر کمیشنڈ آفیسر (نائب خطیب) منتخب ہوئے، اٹک، اوکاڑہ، کھاریاں، کوہاٹ اور سعودی عرب کے شہر تبوک میں فرائضِ منصبی نبھائے، انھوں نے فریضۂ حج ادا کیا اور بار بار عمرے کی سعادت حاصل کی۔

ازدواجی زندگی کی حوالے سے ان کی شادی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ خاندان میں حافظ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد) کی صاحبزادی سے طے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انھیں دو بیٹے اور تین بیٹیوں کی نعمت سے نوازا، جن کی تعلیم و تربیت میں انھوں نے کوئی کسر روا نہ رکھی۔

ان کی طبیعت میں خودی اور خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ زندگی کے آخری ماہ و سال فیصل آباد میں گزارے، انھیں دل کا عارضہ لاحق ہو گیا اور اسباب کے درجے میں بظاہر وہی اچانک جان لیوا ثابت ہوا۔ یوں ۳۰/ ستمبر ۲۰۱۵ء بدھ کی شام انھوں نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ وہ میرے بڑے بھائی تھے۔ بروز جمعرات بعد از نمازِ ظہر العزیز مسجد مدینہ ٹاؤن میں مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں بڑی تعداد میں ان کے عزیز و اقارب اور احباب نے شرکت کی اور قریبی قبرستان میں اپنے بڑے بھائی محترم محمد نواز صاحب کے قریب دفن کر دیے گئے اللہ تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے۔

دعا ہے کہ رحیم و کریم اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ خصوصی عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے، پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور امتِ محمدیہ کے مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

آیئے ہم سب ایک صاحبِ نظر بزرگ کی اس نصیحت پر غور کریں:

اگر تم دوسروں کے لیے دعائیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ دوسروں کے دل میں یہ بات ڈالیں گے کہ وہ تمہارے لیے دعائیں کریں زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔

آج ہم طے کریں کہ تمام زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے اور ایصالِ ثواب کو اپنا معمول بنائیں گے اور نماز کی اس دعا میں سب اہلِ ایمان کی نیت کر لیا کریں گے۔ رَبِّ اغْفِرْلِی وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَاب.

اے اللہ: حساب و کتاب کے دن میری، میرے والدین اور تمام ایمان والوں کی بخشش فرمانا۔

اشاریہ ''نقیبِ ختم نبوت'' (2015ء)

مرتب: محمد یوسف شاؔد

دل کی بات (اداریہ) :

عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحہ
سانحہ پشاور کے مضمرات، نتائج اور حکومتی فیصلے	سید محمد کفیل بخاری	جنوری	2
حالات کی تبدیلی، حکمت اور دانش مندی کی ضرورت	//	فروری	2
کیوں بُرے بنتے ہو ناحق، تم کسی کے واسطے؟	//	مارچ	2
نائن زیرو آپریشن اور سانحہ یوحنا آباد	//	اپریل	2
ہماری ترقی	صبیح ہمدانی	مئی	2
حجاز مقدس کا امن اور عالمِ اسلام	سید محمد کفیل بخاری	جون	2
وطن کی فکر کر ناداں!	//	جولائی	2
عذابِ سیلاب، اسباب اور حل	//	اگست	2
قادیانیت...... پرانے شکاری، نیا جال	//	ستمبر	2
سانحہ بُڈھ بیر......ضرب عضب کے بعد	صبیح ہمدانی	اکتوبر	2
''کیوں روز یہ آتے ہیں زلزلے''	سید محمد کفیل بخاری	نومبر	2
لبرل پاکستان اور سود کو حلال کرنے کی خواہشات	//	دسمبر	2

شذرات:

عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحہ
ڈاکٹر خالد سومرو کا قتل اور کیپٹن (ر) صفدر کی قومی اسمبلی میں تقریر	عبداللطیف خالد چیمہ	جنوری	4
اکیسویں ترمیم اور دہشت گردی!	//	فروری	4
متحدہ علماء بورڈ پنجاب کا قابلِ تحسین فیصلہ	//	مارچ	3
مشرقِ وسطیٰ کی صورت حال!	//	اپریل	4
تحریک دفاع حرمین شریفین کا مشاورتی اجلاس	//	مئی	4
مجاہدِ ختم نبوت جناب عبداللطیف خالد چیمہ پر دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ	ادارہ	جون	2
انڈونیشیا میں قادیانی ناکام و نامراد، شدت پسندی اور اسلام، زید حامد کی مبینہ گرفتاری	عبداللطیف خالد چیمہ	جولائی	3
۷ر ستمبر یومِ تحفظ ختم نبوت (یومِ قراردادِ اقلیت)	//	اگست	4
سردار عبدالقیوم کی رحلت	//	//	5
یومِ آزادی اور نظریہ پاکستان............جنرل (ر) حمید گل کی رحلت	//	ستمبر	6

دینی مدارس اور تازہ صورت حال!	عبداللطیف خالد چیمہ	اکتوبر	4
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ	سید محمد کفیل بخاری	نومبر	4
تحریک انسداد سود کی جدوجہد	عبداللطیف خالد چیمہ	دسمبر	4
کاروانِ احرار اور ربوہ	//	//	5

افکار:

سانحۂ پشاور، علما اور دینی مدارس	محمد فاروق قریشی	جنوری	7
روشن خیالی اور اسلام	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	فروری	6
قادیانی لابی نیشنل ایکشن پلان متنازعہ بنانے کے لیے سرگرم	سیف اللہ خالد	//	8
کام کے لوگ	حبیب الرحمٰن بٹالوی	مارچ	6
یہ آدمی ہیں یا وحشتوں کے نشاں!	//	//	7
میرا وطن، میرا ملک میرا پاکستان......؟	عبدالمنان معاویہ	//	8
دو آوازیں!	ابوطلحہ عثمان	اپریل	5
افریقی ملک گیمبیا میں بھی قادیانی غیر مسلم قرار	سیف اللہ خالد	//	7
عصرِ حاضر میں دینی مدارس کی اہمیت و ضرورت	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	//	9
مشرقِ وسطیٰ کی صورت حال اور امریکا	مولانا زاہدالراشدی مدظلہ	مئی	6
پرویز رشید کی وضاحت کافی نہیں	//	جون	4
پرویز رشید کی جہالت...... پرویزی خاندان کی عادت	ابوطلحہ عثمان	//	6
ارکانی و برمی مسلمانوں کی حالتِ زار	مولانا محمد صدیق ارکانی	//	8
پاکستان کی دستور سازی کی تاریخ کا ایک اہم باب	مولانا زاہدالراشدی مدظلہ	جولائی	6
چناب نگر میں عید......!	سیف اللہ خالد	اگست	6
ایران کا جوہری معاہدہ	مولانا زاہدالراشدی مدظلہ	//	8
بین الاقوامی قوانین اور اسلام	مولانا زاہدالراشدی مدظلہ	ستمبر	10
یومِ ختمِ نبوت کی غیر معمولی پذیرائی	عبداللطیف خالد چیمہ	اکتوبر	7
شیعہ سنی تصادم روکنے کی ضرورت اور تقاضے	مولانا زاہدالراشدی مدظلہ	//	11
قصہ جمہوریت کے علمبرداروں کا	پروفیسر خالد شبیر احمد	//	14
لندن کے قادیانی مرکز میں کرپشن چھپانے کے لیے آگ لگائی گئی	سیف اللہ خالد	نومبر	5
جہلم کی فیکٹری میں قادیانی سپروائزر نے قرآنی اوراق جلائے	مرزا عبدالقدوس	دسمبر	9
مذہبی رواداری	مفتی محمد تقی عثمانی	//	12
اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو	اوریا مقبول جان	//	14

ملالہ......قوم کی بیٹی......مگر کس ''قوم'' کی؟	مرزا کاشف علی	دسمبر	17
رشتوں کی پہچان	ڈاکٹر مریم طارق	//	24

دین و دانش:

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شعبِ بنی ہاشم	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	جنوری	11
شہیدِ ختم نبوت سیدنا حبیب بن زید رضی اللہ عنہا	ارشاد الرحمٰن	//	15
سیدنا الحکم رضی اللہ عنہ کی جلاوطنی کا قصہ	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	20
سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ	ابو معاویہ واجد علی ہاشمی	//	29
عورتوں کے حقوق سیرتِ نبوی کی روشنی میں	نغمہ پروین	//	37
میں ابودُجانہ ہوں......!	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	فروری	17
مقام صحابہ رضی اللہ عنہم (قسط اوّل)	حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ	//	19
صحابیت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	26
مقام صحابہ رضی اللہ عنہم (دوسری و آخری قسط)	حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ	مارچ	10
سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام (دوسری قسط)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	15
علماءِ آخرت کی پہچان (پہلی قسط)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ	//	25
خواتین کی تعلیم و تربیت	مفتی محمد تبریز عالم قاسمی	//	40
خلیفۂ بلافصل رسول، امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	اپریل	13
ارمغانِ ابوذر۔ افادات: جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ	مرتب: سید عطاء المنان بخاری	//	15
علماءِ آخرت کی پہچان (دوسری و آخری قسط)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ	//	18
سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام (تیسری قسط)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	25
''جو مر چکے، وہ نماز نہیں پڑھتے''	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	32
سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا علمی مقام (چوتھی قسط)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	9
وصیِ عثمان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبۂ قصاص	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	19
اے اللہ تو اس کے احسان کو نہ بھلانا	ابو طلحہ عثمان	//	22
عشر ادا کرنے کے فضائل و مسائل	مفتی ظہور احمد	//	24
امام بخاری رحمہ اللہ علیہ	حبیب الرحمٰن بٹالوی	//	24
نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	محمد سلمان قریشی	//	29
کریڈٹ کارڈ۔ تعارف اور فقہی جائزہ	مفتی عارف محمود	//	30
وفات سیدنا مروان رضی اللہ عنہ آخری قسط	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	جون	13
کیا افضلیت کی بنیاد اَقربیت ہے؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	21

روزوں کے اہم ترین مسائل	ادارہ	//	23
نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ	مولانا اعجاز صمدانی	//	27
کریڈٹ کارڈ۔تعارف اور فقہی جائزہ	مفتی عارف محمود	//	29
روزے کے آداب وحقیقت	امام ابوحامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	جولائی	19
قیامت کے دن ہر انسان اپنے امام کے ساتھ ہوگا (پہلی قسط)	شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ	//	22
سیدۂ عالم	شاہ بلیغ الدینؒ	//	26
امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	28
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں	مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ	//	30
قدح مروان رضی اللہ عنہ میں وارد روایات کا تجزیہ (قسط ۱)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	32
کریڈٹ کارڈ۔تعارف اور فقہی جائزہ (آخری قسط)	مفتی عارف محمود	//	42
قیامت کے دن ہر انسان اپنے امام کے ساتھ ہوگا (دوسری وآخری قسط)	شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ	اگست	11
صحابیت اور احتیاط کا پہلو	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	16
قدح مروان رضی اللہ عنہ میں وارد روایات کا تجزیہ (قسط ۲)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	18
تاریخ مرقد نبوی ﷺ کا عبرت آموز واقعہ محبت رسول ﷺ کی اعلیٰ مثال	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	//	31
حج......عیدِ عاشقاں	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی	ستمبر	12
قربانی.....حکمت اور مسائل واحکام	مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ	//	18
ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ	//	26
مُسَیلمہ کذاب سے ٹکر	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	//	31
اسلام اور اہل ایمان کی برتری	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	35
سیدنا مروان رضی اللہ عنہ سے منسوب گورنر مصر کے نام جعلی خط	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	38
’’ضیائے سیرت:تعلیم نسواں دورِ نبوی میں‘‘ (ڈاکٹر محمد عبداللہ کے مضمون پر تبصرہ)	پروفیسر خالد شبیر احمد	//	47
معرکۂ حق وباطل میں اپنی جان بچالینا منافقت کا انتہائی درجہ ہے	سیدنا سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ	اکتوبر	21
حیات الاموات،نظریہ اسلام،اکابر علماء اسلام	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	23
شکر گزاری	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	نومبر	7
’’ہجرت‘‘......اسلامی سن کی بنیاد کیوں؟	محمد میاں صدیقی	//	9
رسول امن وآشتی کی عیسائی وفد کو عطا کردہ دستاویز	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	//	12
برصغیر میں اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	ابومعاویہ واجد علی ہاشمی	//	15
حیات ونزول مسیح علیہ السلام (مولانا عبیداللہ سندھی اور حضرت شاہ ولی اللہ) مرسلہ: حافظ ظہیر احمد	ڈاکٹر علامہ خالد محمود (لندن)	//	21
سیدنا مروان رضی اللہ عنہ پر الزامات (کیا سیدنا مروانؓ......سیدنا طلحہؓ کے قاتل تھے	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	//	26

خطبۂ صدارت، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد عابد مدنی	دسمبر	26
مدح صحابہ رضی اللہ عنہ کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ	//	32
ذکر اصحاب رسول در خطبہ جمعہ	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	//	34

ادبیات:

ہمارے سیّد و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم............امام شرف الدین بصیری رحمۃ اللہ علیہ	منظوم ترجمہ: حکیم سرو سہارن پوریؒ	جنوری	10
بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	آغا شورش کاشمیریؒ	جولائی	49
تقابل ادیان (اسلام و قادیانیت)	محمد فیاض عادل فاروقی لندن	//	50
منقبت در مدح صحابِ محمد ﷺ	محمد سلمان قریشی	ستمبر	52
غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	//	53
یہ قاتلانِ جہاں......	حبیب الرحمٰن بٹالوی	//	53
مدینے کے مسافر سے	عبدالرحیم الہ آبادی	نومبر	38
ترانہ حرار	پروفیسر خالد شبیر احمد	دسمبر	38
امیر شریعت کی یاد میں	//	//	39
وہ اک حسین خواب تھا	حبیب الرحمٰن بٹالوی	//	40

نوادرات

عکسِ تحریر حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ	ادارہ	مئی	36
مکتوب مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ	//	جون	37

تاریخ و تحقیق

جنگِ یمامہ	شاہ بلیغ الدین رحمہ اللہ	اکتوبر	30
کربلا میں مرکب حسین رضی اللہ عنہ	ابو مروان واجد علی ہاشمی	//	35
آغا شورش کاشمیری پر تحقیق مزید	خالد ہمایوں		41

فکاہات

جگر لخت لخت! وغیرہ وغیرہ	عبداللہ طارق سہیل	فروری	10

افسانہ

روشنی	حبیب الرحمٰن بٹالوی	اپریل	52

مطالعۂ قادیانیت:

حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی۔ چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ قسط ا	حافظ عبیداللہ	مارچ	57
حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی۔ چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ قسط۲	حافظ عبیداللہ	اپریل	44

حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی۔ چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ قسط ۳	حافظ عبیداللہ	مئی	45
قادیانیت کے خلاف تاریخی فیصلے اور قراردادیں	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ	//	51
حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی۔ چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ قسط ۴	حافظ عبیداللہ	جون	46
چناب نگر میں قادیانی رسالے کے دفتر پر چھاپہ...... پریس سیل کر دیا گیا	سیف اللہ خالد	//	53
حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی۔ چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ قسط ۵	حافظ عبیداللہ	جولائی	56
حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی۔ چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ قسط ۶	حافظ عبیداللہ	اگست	48
حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادنی، چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ آخری قسط	حافظ عبیداللہ	ستمبر	60
کیا عیسیٰ بن مریم دو ہیں؟ مرزا قادیانی اور جماعت قادیانیہ کا ایک دھوکہ اور اس کی حقیقت	حافظ عبیداللہ	اکتوبر	45
جاوید احمد غامدی......مرزا قادیانی کا وکیل صفائی (مدعی سست، گواہ چست)	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ	//	54
گجرات کی ۳۳۰ برس قدیم مسجد ہتھیانے میں قادیانی ناکام	منصور اصغر راجہ	//	61
قادیانیت کی حقیقت سمجھنے کا مختصر راستہ (مرزا قادیانی کے دعوے)	مولانا مشتاق احمد چنیوٹیؒ	نومبر	39

رپورٹ:

حسن ابدال میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس (سید محمد کفیل بخاری کا خطاب)	خواجہ شہزاد احمد	جون	61
سالانہ ختم نبوت کورس (ملتان)	ابومعاویہ تنویر الحسن احرار	جولائی	61

آپ بیتی:

ورق ورق زندگی (قسط ۴۳)	پروفیسر خالد شبیر احمد	جنوری	46
ورق ورق زندگی (قسط ۴۴)	//	فروری	39
ورق ورق زندگی (قسط ۴۵)	//	مارچ	49
ورق ورق زندگی (قسط ۴۶)	//	اپریل	34
ورق ورق زندگی (قسط ۴۷)	//	مئی	38
ورق ورق زندگی (قسط ۴۸)	//	جون	38
ورق ورق زندگی (قسط ۴۹)	//	جولائی	38
ورق ورق زندگی (قسط ۵۰، آخری قسط)	//	اگست	42

گوشہ امیر شریعتؒ:

یادگار باتیں، خوشگوار یادیں (گفتگو مولانا محمد یٰسین مدظلہ)	مرتب: سید محمد کفیل بخاری	اگست	35
راج پال کی گستاخانہ جسارت پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ولولہ انگیز خطاب	ادارہ	ستمبر	54
ارشادِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	حافظ محمد خرم شہزاد	//	56

یادرفتگان:

جناب بشیر احمد مرحوم...... چند یادیں، چند باتیں	شکیل عثمانی	جنوری	52
عظیم محقق، مؤرخِ اسلام حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد مختار عمر	فروری	48
ایک مخلص احرار کارکن.....محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ	عبدالکریم قمر	//	52
صحابہ کا سچا عاشق، عظیم محقق، حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ	ابوالخیر عارف محمود	مارچ	44
حضرت مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ کی اہلیہ محترمہ	مفتی سعید احمد	اگست	57
اک چراغ اور بجھا (مولانا عبدالخالق چوھان رحمۃ اللہ علیہ)	ابومعاویہ مولوی فقیر اللہ رحمانی	اکتوبر	43

شخصیت:

برما، شیخ عبدالرحمٰن باوا اور تحریک ختم نبوت	مولانا سہیل باوا	اپریل	42
حضرت مولانا احمد سعید دہلوی قدس سرہ	قاری تنویر احمد شریفی	دسمبر	42
مولانا شمس الحق صدیق رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد الیاس فیصل	//	53

حسنِ انتقاد (تبصرۂ کتب):

جنوری — نام کتاب: انسائیکلوپیڈیا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، مؤلف: صاحبزادہ طارق محمود نقشبندی۔ص ۵۸،
نام کتاب: حضرت امام مہدی اور ان کا لشکر مؤلف: مولانا ابنِ سلطان محمود ص۵۹

فروری — نام کتاب: معیشت نبوی صلی اللہ علیہ تالیف: سید فضل الرحمٰن۔ص۵۴
نام کتاب: تعمیر سیرت و کردار مرتب: انجینئر مختار حسین فاروقی۔ص۵۴

// — نام کتاب: مجلّہ الحمد "سیرۃ نمبر"۔ص۵۵ نام کتاب: سالانہ مجلّہ: یادِ اکابر۔ص۵۵
نام کتاب: اسوۂ حسنہ...... چند عملی پہلو

مارچ — نام کتاب: تفسیر سورۃ القدر مؤلف: مشتاق احمد قریشی۔ص۶۲ نام کتاب: اشاریہ ششماہی مجلّہ علوم القرآن، علی گڑھ مرتبین: سمیع الرحمٰن، محمد شاہد حنیف۔ص۶۲

// — نام کتاب: اشاریہ "فقہ اسلامی" مرتب: محمد شاہد حنیف۔ص۶۳
نام کتاب: ۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ مصنف: محمد اسلم۔ص۶۳

// — نام کتاب: "حکمت بالغہ، خصوصی اشاعت: جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش
مدیر مسئول: انجینئر مختار حسین فاروقی۔ص۶۴

اپریل — اشکِ گل (شعری مجموعہ) شاعر: محمد فیاض عادل فاروقی۔ص۵۴
نام کتاب: جہانِ نعت (بہزاد لکھنوی، نعت نمبر مدیر: محمد رمضان میمن ۔ص۵۵

//	نام کتاب: محاضرات تعلیم　محاضر: ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ص ۵٦
	نام کتاب: مولانا عبیداللہ انورؒ، حیات وخدمات۔ص ۵٦　اشاریہ ماہنامہ ''الرحیم''، ''الولی'' مرتب: محمد شاہد حنیف۔ص ۵۷
//	نام کتاب: آسمانی صحائف اور قرآن کریم　مؤلف: مشتاق احمد قریشی۔ص ۵۷　نام کتابچہ: سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم　تلخیص وتدوین: ڈاکٹر عرفان احمد ڈھلو۔ص ۵۸
//	نام کتاب: سہہ ماہی بکھرے پھول (ختم نبوت نمبر)۔ص ۵۸
مئی	نام کتاب: سیرت النبی الم　تحقیق وترتیب: شاہ مصباح الدین شکیل۔ص ۵٦　نام کتاب: ایک ہفتہ شیخ الہند کے دیس میں　مصنف: مولانا اللہ وسایا۔ص ۵۷
جون	نام کتاب: قافلۂ علم وحریت (علماء ومجاہدین لدھیانہ کی تین سوسالہ تاریخ) مرتب: مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی۔ص ۵۵ نام مجلّہ: ماہنامہ المدینہ ''محسنِ اعظم نمبر''۔ص ۵٦
//	نام کتاب: کلیدِ قرآن　مصنف مولانا عبدالعزیز شجاعبادی۔ص ۵٦　نام کتاب: مولانا عطاء اللہ کیمبلپوری کی پُرسوز تقاریر　مرتب: مفتی ہارون مطیع اللہ۔ص ۵۷
//	نام کتابچہ: زادُالجنہ　مرتب: مولانا عمر فاروق مدنی۔ص ۵۷　نام کتاب: خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز　مرتب: ابوعلی معاویہ۔ص ۵۷
اگست	''شورش کاشمیری بحیثیت صحافی''......تحقیق کی ایک بری مثال (تبصرہ نگار۔خالد ہمایوں)
نومبر	احمد سلیم کی ناقص تحقیق ''گجرات پیڈیا''　مرتب: خالد ہمایوں

ترحیم　(مسافرانِ آخرت):

جنوری:	اہلیہ مرحومہ مولانا ریاض الحق فاروقی رحمہ اللہ　والد مرحوم مولانا محمد اسمٰعیل شجاعبادی اوکاڑہ کے شیخ مظہر سعید کے سسر شیخ رحمت علی　لاہور کے شیخ نثار احمد
فروری:	عبدالکریم قمر کے چچازاد ماسٹر احمد یار　بخاری اکیڈمی کے جام ریاض احمد کے بہنوئی جام غلام یاسین مرحوم ڈاکٹر رب نیاز کی والدہ ماجدہ　کمالیہ کے شیخ لیاقت علی کے دو بھانجے
مارچ:	مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی کے عزیز سالک خاکوانی　والد مرحوم حافظ محمد اسماعیل (شہلی غربی) یونس میڈیکوز کے شیخ محمد یونس مرحوم
اپریل:	جامعہ خیرالمدارس کے استاذ قاری محمود احمد جھنگوی کی دختر　ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاؔد کے ماموں ابوسلیم اللہ بخش ڈرائیور
مئی:	مولانا سید عبدالستار شاہ نقوی ساہیوال　خالد لطیف گھمن کے برادر بزرگ مولانا عبدالقادر پتوکی حافظ عابد مسعود کے ماموں زاد بھائی حاجی محمد فاروق چیچاوطنی
جون:	والدہ مرحومہ محمد طارق چوھان، ملتان　حاصل پور کے حاجی محمد سفیان تائب کے ماموں زاد محمد سعید خواجہ محمد ایوب (گوالمنڈی لاہور) کے برادر بزرگ میر عبدالقیوم
اگست:	والدہ مرحومہ قاری ظہورالرحیم عثمانی، لیاقت پور　شیخ حسین اختر لدھیانوی کے چچازاد بھائی ماسٹر محمد شریف

لدھیانوی، ملتان　　والدہ ماجدہ حکیم حافظ محمد طارق، ملتان

ستمبر: مولانا عزیز الرحمٰن خورشید (ملکوال) کے بھانجے　ضیغم احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی
جناب شیخ احسان اللہ صاحب مرحوم (وزیر آباد)　احرار کارکن جناب علی اصغر کی والدہ ماجدہ

اکتوبر: عبدالواحد قریشی کے والد گرامی جناب محمد مرسلین قریشی　احمد پور شرقیہ کے سید ارشد بخاری ایڈووکیٹ کے بھانجے
جماعۃ الدعوۃ کے قاری محمد یعقوب شیخ کی ہمشیر صاحبہ　احرار کارکن مولانا عبدالخالق مرحوم

نومبر: حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ کے مرید خاص قاری محمد سرور　چکڑالہ ضلع میانوالی کے امتیاز حسین کے بہنوئی نذر حسین
ٹب چوھان (رحیم یار خان) کے جام محمد یعقوب کی ساس صاحبہ　چیچاوطنی کے محمد افضل خان کے بھائی محمد اشرف خان

دسمبر: مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ　حضرت حاجی عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ　مولانا عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ
جناب اشتیاق احمد مرحوم　مولانا شمس الحق صدیق رحمۃ اللہ علیہ

احرار کی سب سے بڑی خدمت

والد مرحوم حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی آرزو تھی کہ پنجاب میں ایک منظّم عوامی تنظیم کا قیام عمل میں آئے جو قادیانیت کے محاذ پر سر فروشانہ کام کرے اور استخلاص وطن کے لیے بھی جدو جہد کرے۔

مجلس احرارِ اسلام اُنہی کے ایما اور اشارہ پر قائم ہوئی۔ انھوں نے اپنے مخلص وفدا کار شاگردوں اور عقیدت مندوں کو مجلس احرار اسلام میں شامل ہونے اور تعاون کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

انھوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے متعلق یہ سمجھا کہ اگر انھیں قادیانیت کے خلاف تحفظ ختم نبوّت کے محاذ پر کھڑا کر دیا گیا تو یقینی طور پر اسلام کے بہترین سپاہی اور عظیم مجاہد ثابت ہوں گے۔ انھوں نے فتنۂ قادیانیت کے استیصال اور سرکوبی کے لیے یہ مشن ان حضرات کے سپرد کر دیا۔

احرار نے جو سب سے بڑی اسلام کی خدمت کی ہے وہ عقیدۂ ختم نبوّت کے تحفظ کا معاملہ ہے۔ اور یہ اتنی عظیم خدمت ہے کہ اگر احرار کے دامن میں اور کچھ بھی نہ ہو تو صرف اس محاذ پر انھوں نے جس سراپا اخلاص انداز سے جنگ لڑی وہ دوسری جماعتوں کی بہت سی خدمات پر بھاری ہے۔

اقتباس انٹرویو
مولانا انظر شاہ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ
سابق سرپرست مجلس احرار اسلام ہند
(پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور، ج:۱۵ ش۱۹، جنوری ۱۹۸۶ء)

یونیک
فاسٹ
ٹریولز اینڈ ٹورز
(پرائیویٹ) لمیٹڈ
تمام ایئرلائنز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں
نزدیک ترین رہائش
بہترین سروس
عمرہ
گروپ کے ساتھ
کے بہترین پیکج
علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں
سعودی عرب
دبئی
ملائیشیا
تھائی لینڈ
سری لنکا
چائینہ
سنگا پور
قطر
فلپائن
ماسکو
عراق
ازبکستان
مسقط
کے ویزٹ ویزے معلومات
بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات
053-7575174
053-7575175
مولانا محمد ابوبکر
03004002993
03454002993

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
- گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔
- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BFP BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

توحید و ختمِ نبوت کے علمبردارو ایک ہوجاؤ (سید ابوذر بخاری)

احرار ۱۹۲۹ء

38 ویں سالانہ

ختمِ نبوت کانفرنس

12 ربیع الاوّل 1437ھ جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ

پروگرام
(ان شاء اللہ تعالیٰ)

- بعد نماز فجر درسِ قرآن کریم
- صبح دس بجے تا ظہر جملہ مکاتب فکر کے سرکردہ رہنما، تحریک ختم نبوت کے قائدین، علماء، خطباء، زعماء احرار، وکلاء، صحافی، دانشور اور طالب علم رہنما عقیدۂ ختم نبوت، حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، عصمت انبیاء، قادیانی جماعت کی بڑھتی ہوئی ارتدادی سرگرمیاں، تاریخ احرار اور محاسبۂ قادیانیت جیسے اہم موضوعات پر خطاب کریں گے۔

جلوس دعوتِ اسلام حسب سابق بعد نماز ظہر قادیانیوں کو دعوتِ اسلام کا فریضہ دہرانے کے لیے فرزندانِ اسلام، مجاہدین ختم نبوت اور سرخ پوشانِ احرار کا عظیم الشان جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا، دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

حضرت امیر شریعت سے منسوب خطبہ

انٹرنیٹ پر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک عربی خطبہ چل رہا ہے۔ یہ صریحاً جھوٹ ہے۔ نہ امیر شریعت کی آواز ہے اور نہ الفاظ۔ حضرت کی آواز میں ۱۹۵۶ء کی ایک تقریر کا اقتباس ہمارے ہاں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر شریعت کی آواز سے منسوب تمام تقاریر جعلی ہیں۔

زیرِ سرپرستی

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

مہمان خصوصی

حضرت مولانا
صاحبزادہ **عزیز احمد** دامت برکاتہم
نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
خانقاہ سراجیہ کندیاں

منجانب: شعبہ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

چناب نگر: 0301-3138803 گجرات: 0301-6221750
ملتان: 061-4511961 چیچہ وطنی: 040-5482253
لاہور: 042-35912644 تلہ گنگ: 0300-5780390